آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ❖ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۴ بابت ماہ اپریل ۱۹۰۵ء نمبر ۴

فہرست مضامین

بدر

منشی محمد افضل صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر ہمنے دوسری جگہ سلسلہ الہامات حضرت مسیح موعود میں کر دیا ہے۔ انکی وفات کے بعد میان معراج الدین عمر صاحب نے جو اخبار البدر کے پروپرائیٹر ہین اس سلسلہ کو بہت سارا نقصان برداشت کر کے بھی جاری رکھا ہے اللہ تعالے انکی ہمت مین برکت دے اور اس کار خیر کو انکی دینی اور دنیوی منفعت کا ذریعہ بناوے۔ سب احمدی بھائیون کا فرض ہے کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے مین انکی مددگار ہون۔ ایک اور امر قابل تذکرہ یہ بھی ہے کہ اخبار بدر (بجائے البدر کے اس اخبار کا نام آیندہ بدر تجویز کیا گیا ہے) کی ایڈیٹری کے لیے میان معراج الدین عمر صاحب نے بڑی فراخ حوصلگی سے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس جماعت کے منتخب افراد مین سے ہین اور جنکے نام نامی سے ساری احمدی جماعت پہلے ہی واقف ہے یعنی مفتی محمد صادق صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام باوجودیکہ حضرت اقدس کو اخبارون سے کبھی کچھ تعلق نہین ہوا مگر پھر بھی مفتی صاحب کے تقرر پر آپ نے خاص طور پر اظہار خوشی فرمایا ہے وہ الفاظ ہم نیچے درج کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ ہمارے سب بھائی اخبار کے خریدار پیدا کر کے میان معراج الدین عمر صاحب کا ہاتھ بٹائینگے۔ حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہین:۔

اطلاع "مین بڑی خوشی سے یہ چند سطرین تحریر کرتا ہون کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الہی سے فوت ہو گئے ہین مگر خدا تعالی کے شکر اور فضل سے انکا نعم البدل اخبار کو ہاتھ آگیا ہے یعنے ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر ایک طور سے لایق جن کی خوبیونکے بیان کرنیکے لیے میرے پاس الفاظ نہین ہین یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائمقام محمد افضل مرحوم ہو گئے ہین۔ میری دانست مین خدا تعالے کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اسکو ایسا لایق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالے یہ کام انکے لیے مبارک کرے اور انکے کاروبار مین برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین خاکسار **مرزا غلام احمد**"

شکریہ معاونین حضرت اقدس ع کے حکم کی تعمیل مین چودھری رستم علی صاحب نے پانچ روپیہ ماہوار اعانت میگزین کیلیے بھیجنے شروع کر دیئے ہین۔ دلاور خانصاحب کلرک دفتر سول جج پشاور نے انتیس ۲۹ روپیہ و مولوی غلام امام صاحب منی پور آسام نے للعہ روپیہ و سید نادر علی شاہ صاحب حیدرآباد چکوال نے ہ روپیہ و منشی نذیر الدین صاحب بھامون نے عہ بطور اعانت بھیجے ہین اور آیندہ کیلیے بھی اسی طرح سے وعدہ امداد ہے اسکے علاوہ بعض دیگر مخلصین نے بھی حسب استطاعت چار چار پانچ پانچ روپیہ تک یکشت اعانت بھیجکر اپنی خلوص مندی کا ثبوت دیا ہے انشاء اللہ تعالے اگلے پرچہ مین جملہ احباب کے نام معہ تعداد رقم عطیہ شکریہ کے ساتھ شائع کیے جاوینگے منشی مہر اکبر صاحب اہلمد پلیس مردان اور منشی تاج الدین صاحب کلرک لاہور اور منشی محمد حسین صاحب قانونگوی ظفروال نے ایک ایک روپیہ ماہوار بطور اعانت دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور منشی محمد حسین صاحب ظفروال نے تو علاوہ خریدار جدید پیدا کرنیکے یہ ایک روپیہ برابر ماہواری بھیجنا شروع کر دیا ہے علی ہذا القیاس منشی غلام سرور صاحب قانونگوے وسید محمد علیشاہ صاحب مدرس اسپرور دبابو برکت علی صاحب کلرک شملہ

پر چلنے کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین والسلام - مینیجر میگزین -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تعدد ازدواج

۲- اسلام مین تعدد ازدواج کی اجازت

عام دلایل گذشتہ پرچے مین ہمنے مختصر طور پر وہ وجوہات بیان کیے تھے جنسے خاص حالات کے ماتحت تعدد ازدواج کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور انہین وجوہات سے اسلام مین تعدد ازدواج کی اجازت کے اصول کا سچا ہونا کافی طور سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب عام دلایل سے تعدد ازدواج کی ضرورت ثابت ہوگئی تو کسی خاص مذہب مین تعدد ازدواج کی اجازت کیلیے الگ وجوہات کی ضرورت نہین بلکہ اگر کسی مذہب نے اس ضرورت کو سمجھ کر پہلے سے ہی اسکی اجازت دیدی ہے تو اس سے یہ شہادت پیدا ہوتی ہے کہ اس مذہب نے فطرت انسانی کی تہ تک پہنچکر اور عام انسانی ضروریات کو مدنظر رکھکر اپنے اصول کو قایم کیا ہے اور کسی اصول کو جو عام حالات انسانی کے مطابق نہین صرف اسکی ظاہری کشش کیخاطر قبول نہین کیا۔ اسلام کا مذہب وہ مذہب ہے جس نے ابتدا سے ہی تمام دنیا کیلیے ایک عام مذہب ہونیکا دعوے کیا اور یہ فخر دنیا کے مذاہب مین سے اور کسی مذہب کو حاصل نہین چنانچہ قرآن شریف مین اللہ تعالے فرماتا ہے قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اس آیت مین اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تو یہ اعلان کردے کہ اے دنیا کے لوگو مین تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوکر آیا ہون۔ مزید برآن اسلام ایک عملی مذہب ہے پس اس عملی مذہب کے لیے جو تمام دنیا کیلیے ہوکر آیا۔ یہ ضروری تھا کہ ایسے وسیع اصول پیش کرے جنمین مختلف زمانون اور ممالک کے مختلف لوگونکی عملی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا ہو۔ اسی غرض اور انہین ضروریات کیلیے اسلام مین تعدد ازداج کی اجازت دیگئی ہے۔

اسلام کی تعلیم کی اصلی غرض اسلام کے متعصب دشمن عموماً اسلام پر یہ الزام لگایا کرتے ہین کہ

اسلام ایک آسان اور نفسانی مذہب ہے اور اس کی غرض یہ نہیں کہ لوگوں کو بدی سے نجات دے بلکہ ان کی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنیکا ایک ذریعہ ہے۔ ایک وقت وہ تھا جب اس قسم کی باتوں کو جاہل عیسائی انجیل کی طرح سچی سمجھتے تھے اور ہر ایک عیسائی بغیر قرآن شریف کو پڑھنے کے یہ وعظ کرتا اور کہتا تھا کہ قرآن شریف کی تعلیم انسانوں کو خدا سے دور ڈالتی اور نعوذ باللہ انکا شیطان سے تعلق پیدا کرتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے مختلف مذاہب کے مطالعہ کرنیوالے کسیقدر تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ باتیں متعصب پادریوں نے جاہلوں کو دھوکا دینے کیلیے بنا رکھی تھیں اسلام پر نفسانی مذہب ہونیکا اعتراض ایسا صریح جھوٹ ہے کہ خود انھی معترضین کے منہ سے اسکا جھوٹ ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ جہاں ایک طرف اسلام پر نفسانی مذہب ہونیکا اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام کی پنج وقتہ نماز اور روزے بیجا تشدد ہیں اور اس ریاضت کو مشقت قرار دیا جاتا ہے تعجب ہے کہ اس مذہب کو جو کفارہ کا عقیدہ سکھا کر تمام بدکاریوں اور بدیوں کا دروازہ کھولتا ہے تقدس اور پاکیزگی کا حاصل کرنیکے بغیر کسی انسان کو قبول نہیں کرتا اور ہر ایک بدی سے بچنے کے لیے راہ بتاتا ہے اسے نفسانی مذہب کہا جاتا ہے۔ مذہب اسلام ایک طرف تو صاف الفاظ میں یہ فرماتا ہے کہ قد افلح من زکّٰھا یعنی وہی نجات یافتہ ہے جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور بار بار تقوے اور تزکیہ نفس پر زور دیتا ہے اور دوسری طرف ایسے عملی فرایض بجا لانیکے لیے حکم دیتا ہے جو نفسانی خواہشوں کو جڑ سے اکھاڑنیوالے ہیں کیا اس مذہب کو نفسانی یا آسان کہا جا سکتا ہے جو دن میں ایک دفعہ نہیں بلکہ پانچ دفعہ نماز کو ضروری قرار دیتا ہے اور پھر اسی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ رات کا بڑا حصہ بھی جاگتے اور عبادت میں گذارا جاوے اور ایسے اوقات نماز کے مقرر کرتا ہے جب ایک نفسانی آدمی کسی شرابخانہ میں یا چکلہ میں شراب سے بدمست پڑا ہو۔ پھر نماز کے علاوہ روزہ داری کا حکم دیتا ہے اور سال میں ایک پورے مہینے کے روزے ہر مسلمان کیلیے فرض قرار دیتا ہے۔ کیا یہ ایک نفسانی اور آسان مذہب کی علامتیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کے اسلام قبول کرنے میں بڑی روک انہی اسلامی فرایض کی بجا آوری ہے اور دوسرے مذاہب میں ایسے فرایض سے آزادی ملجانا بہت سے لوگوں کے لیے ان مذاہب کو اختیار کرنیکے لیے ایک کشش ہے۔ اور حق یا سچ یہ ہے کہ بغیر ان مشقتوں اور ریاضتوں کے تزکیہ نفس ممکن ہی نہیں۔

یہ احکام نماز اور روزے کے اسلام نے صرف اس غرض سے دیئے ہیں کہ تا انسان بدی سے بچے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ یعنی نماز اسلیے فرض نہیں کی گئی کہ کوئی ناحق کا بوجھ انسانوں پر ہو بلکہ اسکی اصل غرض یہ ہے کہ تا نماز کے ذریعہ انسان بدی اور برائی سے بچا رہے اور پھر اسکے ساتھ ہی فرماتا ہے کہ ذکر اللہ تعالےٰ کو یاد رکھنا جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے ایک بڑا بھاری

فرض ہے اسی طرح پر روزے اسلیے فرض کیے گئے ہین کہ تا انسان کو ایک عملی طریق برائیون سے بچنے کا بنایا جائے۔ کیونکہ جب ایک انسان کو اسقدر طاقت اپنی خواہشات پر حاصل ہو جاوے کہ وہ ایک حکم کی پیروی مین اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ سکتا ہے گو ایسی خواہشات عام حالات کے ماتحت ناجایز بھی نہ ہون تو پھر اسکے لیے ناجایز خواہشات پر قابو پانا اور انکو دفع کرنا نہایت آسان امر ہو جاتا ہے یہ وہ عملی طریق ہے جسپر چلکر انسان بہت سی بدیونسے بچ سکتا ہے اور یہ اسلام کی ہی خصوصیت ہے کہ اس پاک مذہب مین خیالی طور پر ہی نیکی کی تعلیم نہین دیگئی بلکہ وہ عملی طریق بھی بتائے گئے ہین جن پر چلکر انسان بدی سے نجات پا سکتا ہے اور نیکیو نپر قایم ہو سکتا ہے۔ یہ خصوصیت اسلام کی منجملہ ان خصوصیات کے ہے جو اسکو دوسرے تمام مذاہب سے ممتاز کرتی اور اسکا خدا کیطرفسے ہونا بتاتی ہین چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے

واستعینوا بالصبر والصلوٰة وانها لکبیرة الا علی الخشعین الذین یظنون انهم ملقوا ربهم وانهم الیه راجعون (البقرة۔ ۴۵، ۴۶)

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ بدیونسے بچنے کیلیے صبر (روزے) اور نماز کا سہارا پکڑو اور یہ فرض شاق ہے مگر انپر نہین جو فرمانبرداری اختیار کرتے ہین اور یہ یقین رکھتے ہین کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اسی کے حضور لوٹ کر جانیوالے ہین گویا نماز ہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اللہ تعالے سے حقیقی تعلق پیدا کر سکتا ہے اور بد خواہشات اور بدیو نپر غالب آ سکتا ہے پس اسلام کی تعلیم کا اصل مدعا اور غرض ان فرایض کے قایم کرنیسے صرف یہی ہے کہ انسان نفسانی زندگی سے پاک ہو کر حقیقی پاکیزگی حاصل کرے اور ایسے مذہب کو نفسانی مذہب کہنا جاہلانہ تعصب ہے۔

ممانعت شراب سے کیا شہادت پیدا ہوتی ہے

ان عام وجوہات کے علاوہ جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے اصول اور فرایض انسان کو نفسانی زندگی سے نکالتے اور اس مین حقیقی پاکیزگی سچی فروتنی اور راستبازی کی روح پھونکتے اور اسکو بدیون پر غالب آنے کی طاقت بخشتے ہین اور بھی وجوہات ایسی ہین جنسے بالخصوص یہی شہادت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اسلام مین مسکرات کی ممانعت صاف طور پر بتاتی ہے کہ اس پاک مذہب کو شہوانیت سے کسقدر نفرت ہے۔ ہم اس جگہ یہ سوال نہین کرتے کہ اگر موجودہ عیسائی مذہب نفسانیت کی راہ نہین بتاتا تو کیون اس مین شراب جیسی بری چیز کی کوئی ممانعت نہین کیونکہ یہ مضمون اسوقت زیر بحث نہین۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر شراب شہوانی خیالات کو ابھارنے والی ہے جیسا کہ کل دنیا تسلیم کر رہی ہے تو کیا کسی مذہب کا شراب سے منع کرنا اور شراب خوری کو قطعاً روک دینا

اس امر کی یقینی اور قطعی شہادت نہیں کہ وہ شہوانی خیالات سے چھڑانیوالا اور راستبازی اور روح اور دل کی پاکیزگی کیطرف بلانیوالا ہے۔ اگر اسلام ایک نفسانی مذہب تھا اور اسکی غرض یہی تھی کہ شہوانی خواہشات کو پورا کرنیکے ذریعے بتاوے اور ان کی راہ کھول دیوے تو پھر اس نے شراب کو کیوں منع کیا اور شرابخوری کو کیوں جڑسے کاٹا ہمین اور بھی تعجب ہوتا ہے۔ جب ہم بعض نام کے مسلمانونکو یہ کہتے ہوئے سنتے ہین کہ اسلام کے اصول ایک ابتدائی سوسائیٹی کے لیے تجویز کیے گئے تھے جسکا مطلب دوسرے لفظون مین یہ ہے کہ گویا یہ اصول ایک وحشی قوم کیلیے تجویز کیے گئے تھے اور آج کل کی مہذب اقوام کیلیے وہ موزون نہین۔ بہرحال ان مہذبون سے جو آج شرابخوری سے تباہ ہو رہے ہین یہ وحشی قوم ہی اچھی رہی افسوس ہے کہ یہ لوگ واقعات کی بناپر نتایج پیدا نہین کرتے بلکہ جو ایک خیال دل مین بیٹھ گیا ہے اسی کی پیروی کرتے ہین۔ کوئی پاکیزگی اس پاکیزگی کے برابر نہین جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے مگر اس حقیقی... پاکیزگی کو نفسانیت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس شہوانیت کو جس کی طرف شرابخوری انسانونکو لے جارہی ہے۔ پاکیزگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ شراب ہی وہ چیز ہے جو انسان کے نفسانی جذبات کو جوش مین لاتی ہے۔ اور شرابخوری کی علت کو جڑسے کاٹکر اسلام نے انسان کو حیوانی جذبات سے آزاد کر دیا ہے۔ ابھی تک دنیا اس حقیقی پاکیزگی کے نور سے بیخبر ہے مگر وہ زمانہ بہت قریب آتا جاتا ہے جب دنیا کی آنکھین اس نور کے دیکھنے کیلیے کھولی جائینگی۔ اور جب اسلام کے اصل اصول دنیا کو معلوم ہونگے تب اسے سمجھ آئیگا کہ وہ پاکیزگی ان لوگونکے وہم و گمان سے بھی برتر ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔

تعدد ازدواج کی اجازت کے متعلق دو رائین

اس زمانہ مین جبکہ مختلف مذاہب کے مطالعہ کرنیوالون نے کسیقدر روشنی اسلام کی تعلیم پر ڈالی ہے اور پرانے بیہودہ خیالات دلونسے بہت کچھ دور کر دیے ہین مغربی دنیا مین اسلام کے اندر تعدد ازدواج کی اجازت کے متعلق دو رائین ہین جن کے رو سے تعدد ازدواج کو ایک برائی قرار دیا جاتا ہے۔ عام اور زیادہ مقبول رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعدد ازدواج کو برا تو سمجھتے تھے لیکن اسوقت جب انسانی سوسائیٹی ہنوز ابتدائی حالت مین تھی۔ تعدد ازدواج کو دور کرنا آپکے لیے ناممکن تھا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود ایسے زمانہ مین پیدا ہونیکے سبب تعدد ازدواج کی برائیو نپر مطلع نہین ہو سکتے تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ترقی کے مدعی مسلمانونکے اندر بھی بعض لوگون نے ایک نہ ایک حدتک ان دونون رائون سے اتفاق کیا ہے کیونکہ ان لوگون کے نزدیک مغربی خیالات کی اندھادھند پیروی کرنا عین تہذیب ہے۔ اور وہ کبھی اس بات کی پروا نہین کرتے اور نہ غور کرتے ہین۔

کہ جن رواجونکو وہ منسوخ کرنا چاہتے ہین انکے اندر کیا کیا فواید ہین یا جن باتونکو وہ مروج کرنا چاہتے ہین انمین کیا کیا نقص ہین مسٹر امیر علی تعدد ازدواج کو انصاف کے خلاف قرار دیتے ہین اور ان کی رائے مین تعدد ازدواج کی اجازت اسلیے دیگئی کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلہ پر اسکا منسوخ کرنا ناممکن تھا۔ یہ رائے انہون نے مغربی لوگونکے نقش قدم پر چلکر قایم کی ہے۔ اب ہم یہ ثابت کرکے دکھا ئینگے کہ یہ دونون رائین ویسی ہی غلط ہین جیسی کہ وہ پہلی رائے جسکی تردید اب خود عقلمند عیسائی کرتے ہین یا کہ اسلام مین تعدد ازدواج کی اجازت اسلیے ہے کہ یہ ایک نفسانی مذہب ہے اور ہر قسم کے حیوانی جذبات کو پورا کرنے کی راہ اس مین کھلی ہے۔

تعدد ازدواج کے رواج کی حد

پہلی رائے مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طاقت مین یہ نہ تھا کہ تہذیب کے اس مرحلہ پر تعدد ازدواج کے رواج کو منسوخ کر سکتے سب سے پہلے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ تعدد ازدواج استثنا کے طور پر نہ تھا جیسا کہ اب ہے بلکہ اسوقت ہر ایک انسان تعدد ازدواج کا پابند تھا ورنہ اور کوئی مشکل نہین کیونکہ جس رواج کے جاری رہنے سے صرف معدود ے چند آدمی فایدہ اٹھا سکتے تھے جنکی تعداد دوسرے لوگونکے مقابل کچھ بھی نہ تھی اس رواج کے منسوخ کرنے مین بڑے مشکلات کا سامنا نہین ہو سکتا تھا خصوصًا ان رواجونکے بالمقابل جو سوسائیٹی مین عام طور پر مروج تھے۔ اب یہ ایک امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مین بھی تعدد ازدواج کی رسم اسی طرح استثنائی رنگ مین ہی مروج تھی جیسے اب ہے۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ خانہ جنگیونکی کثرت کی وجہ سے مردونکی تعداد عورتونسے بڑھ جانیکے باعث اسکا رواج بہ نسبت موجودہ کے کسیقدر زیادہ ہوگا۔ مگر تاہم ایک ایسی سوسائیٹی مین جس مین نکاح کو ضروری سمجھا جاتا تھا یہ ممکن ہی نہین کہ عورتونکی تعداد اسقدر زیادہ ہو کہ تمام مرد ایک سے زیادہ بیویان رکھ سکین پس یہ کہنا کہ ایک ایسی رسم کو جسکا پابند آبادی کا ایک بہت تھوڑا سا حصہ تھا دور کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طاقت سے باہر تھا اور اسلیے اگرچہ آپ اسکو برا تو سمجھتے تھے مگر یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ کھلے طور پر اسکی مخالفت کرین کیونکہ سوسائیٹی سے ڈرتے تھے پرلے درجہ کی حماقت ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ تعدد ازدواج کو برا سمجھتے تو اسکو دور کرنے مین کوئی مشکل ہی نہ تھی۔

اسلام نے کسقدر بدیون کو دور کیا

اب ہم اسی سوال پر ایک اور پہلو سے نظر کرتے ہین یہ کہا جاتا ہے کہ تعدد ازدواج کی رسم عرب مین اسقدر دیرینہ اور مضبوط تھی کہ کوئی مصلح صرف چند باتونسے اسکو دور نہ کر سکتا تھا۔ ایک حد تک تو یہ بات سچ ہے یعنی وہ مصلح جو خود مصلح بن بیٹھتے ہین اس آسمانی کشش سے خالی ہوتے ہین جو انبیاء علیہم السلام کو دیجاتی ہے اور جو سب سے بڑھکر

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیگئی اور اسلیے دیرینہ بد رسوم کو جو طبیعتوں کے اندر راسخ ہوگئی ہین دور کرنا اُن کا
کام نہین لیکن خدا کے برگزیدہ نبیونکو اللہ تعالے کیطرف سے وہ خارق عادت طاقت دیجاتی ہے جسکے ساتھ
وہ ایک ہی لفظ سے ان بدیونکو دور کر دیتے ہین جو مدتون سے کسی قوم مین جڑ پکڑ چکی ہوئی ہوتی ہین اور
یہ ایک امتیازی نشان ان مین اور انکے غیرو نمین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طاقتور ہستی کے بھیجے
ہوئے ہین جسکے رسول ہونیکا وہ دعوے کرتے ہین اگر ہم پہلے عرب کی اس وحشتناک حالت کو بیان کرین
جو اسلام سے پہلے یعنی ایام جاہلیت مین تھی اور پھر اس حالت کا مقابلہ اس بدلے ہوئے نقشہ سے کرین
جب اسلام اپنا کام کر چکا تھا تو ایک الگ مجلد ضخیم تیار ہوتا ہے۔ تاریخ کے پڑھنے والے پر پوشیدہ نہین کہ عربون
مین کسقدر بدیان تھین اور وہ کسقدر گہری جڑ پکڑ چکی تھین۔ مگر صرف ایک تیئیس سال کے عرصہ مین کیونکر
سب کی سب نیست و نابود ہوگئین ایسی مکمل اور وسیع تبدیلی کی جو ایک عظیم الشان قوم کی زندگی مین
واقع ہوئی ہو نظیر تلاش کرنا عبث ہے اور سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے
ایسا نظارہ اور کسی مصلح یا نبی کی زندگی مین نظر نہین آتا۔ ایک بت پرستی کو ہی لے لو۔ بت پرستی نے
عربونکے اندر اسقدر گہری جڑ پکڑی ہوئی تھی کہ اسکا اثر انکے ہر ایک رواج اور ہر ایک فعل پر تھا۔ سچ تو یہ ہے
کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف بعض تمدنی اصلاحین کرنا ہی ہوتا تو ان مشکلات مین
سے جو آپکو نبوت کے زمانے مین پیش آئین کوئی مشکل بھی پیش نہ آتی۔ جن غیر لوگون نے اسلام پر قلم اٹھائی
ہے انہون نے غلطی سے یہ خیال کیا ہے کہ بت پرستی کے دور کرنے مین کسی طرح سے آپکو خارجی مدد پہنچ
چکی تھی اور اگر آپکو اس خارجی امداد کا بھروسہ نہ ہوتا تو آپ نعوذ باللہ بت پرستی کے دور کرنیکا لفظ ہی
منہ سے نہ نکالتے۔ یہ محض نافہمی کی بات ہے۔ یہ سچ ہے کہ عرب ایک اعلے ہستی کے قایل تھے اور اسی کے
نیچے اپنے بتونکو چھوٹے چھوٹے خدا سمجھتے تھے اور عربونپر کیا منحصر ہے دنیا کی قریبا تمام بت پرست قومونکا
یہی حال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کی ہستی اور توحید کے مسایل من گھڑت نہین بلکہ
ابتدا سے ہی فطرت انسانی مین منقش چلے آتے ہین اور یہ بھی سچ ہے کہ اسیوقت کے قریب بعض اور لوگونکے دلون
مین بھی بت پرستی سے بیزاری اور اسکی بیخکنی کا خیال پیدا ہوا تھا اور یہ اس انتشار روحانیت کا ثبوت ہے
جو رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے دنیا مین پیدا ہوا۔ مگر ان دونو باتونسے یہ نتیجہ نکالنا کہ
یہی خارجی معاون بت پرستی کی بیخ کنی کے ہوگئے تھے سخت غلطی ہے۔ بت پرستونکے نزدیک خدا
کو مانکر بھی بت معبود تھے۔ پس ان کا اعلے ہستی کو ماننا بت پرستی کے دور کرنے مین کسی طرح مدد نہ دے سکتا تھا
اور باقی رہا چند آدمیونکے دل مین شرک سے بیزاری کا خیال پیدا ہونا یہ بجائے خود ایک بالکل بے حقیقت

بات تھی اور دو یا چار آدمیون کے وجود سے قوم کے خیال مین کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ ہان اگر یہ خارجی معاون واقعی کچھ حقیقت رکھتے تو وہی لوگ جو حنیف کہلاتے تھے کامیاب ہوکر کیون توحید کے قایم کرنے والے نہ ہو جاتے۔ مگر ایک طرف انکا ناکام رہنا اور دوسری طرف بت پرستی کی جڑ کاٹنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مصایب اور شداید اٹھانا جنکی نظیر کوئی نہین اور چوتھائی صدی تک اس مقابلہ کا جاری رہنا کھلی کھلی شہادتین اس بات کی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خارجی اعانت کا خیال کیا اور نہ ہی عملی طور پران خیالی خارجی معاونات نے بت پرستی کے دور کرنے مین کوئی حصہ لیا بت پرستی ہی وہ بات تھی جسکی خاطر آپنے سخت ترین مصایب اٹھائے۔ اور یہانتک تکلیفین آپ کو دیگئین کہ مارنے مین بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ اور آپکے صحابہ کو ظلم سے بھیڑون بکریونکی طرح ذبح کیا گیا اور گھرون سے نکالا گیا۔ اور کسی بدی کے دور کرنے مین ان مصایب اور تکالیف کا سامنا آپ کو نہین ہوا جو بت پرستی کے دور کرنے اور اللہ تعالے کی توحید کے قایم کرنے مین ہوا۔ مگر آپنے کبھی کسی تکلیف کی پروا نہین کی اور نہ ہی اپنی زندگی کی پرواکی۔ اور شروع سے اخیر تک ایک ہی بلند ہمتی سے توحید کا وعظ کرتے رہے یہانتک کہ جزیرہ نماے عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی آواز گونج اٹھی۔ کیا یہ الوالعزم انسان ڈر سکتا تھا۔ کہ مین تعدد ازدواج کے دور کرنے مین کامیاب نہین ہو سکونگا۔ کونسی اصلاح ہے جو آپنے کرنی چاہی اور جسکی اسوجہ سے تکمیل نہین ہوئی کہ لوگون نے آپ کا مقابلہ کیا۔ اگر کوئی بدی ایسی تھی جسکا دور کرنا بمقابلہ دوسری بدیونکے زیادہ مشکل تھا تو یہ بت پرستی تھی مگر آپنے ایک لحظہ کیلیے بھی ان مشکلات کا خیال نہین کیا جو آپ کو پیش آنیوالی تھین۔ کوئی مقابلہ اور کوئی مشکل آپ کو کسی کام سے نہین روک سکی۔ کیا تعدد ازدواج کی اصلاح کرنا بت پرستی کی اصلاح سے بھی زیادہ مشکل کام تھا۔ یا خونخوار اور خاندانی دشمنون مین وحدت پیدا کرنیسے زیادہ دشوار تھا۔ یا دختر کشی قمار بازی اور شراب نوشی کے بالمقابل بھی اسکی کچھ حقیقت تھی۔ غور کا مقام ہے کہ تعدد ازدواج مین اصلاح کرنا اس عظیم الشان انسان کے لیے مشکل کام بتایا جاتا ہے۔ جس نے چند ہی سال کے عرصہ مین ایک وحشی قوم کو تہذیب کے معراج پر پہونچا دیا۔

دوسری راے مذکرہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعدد ازدواج کو بدی نہین سمجھا اور اگر وہ اسکو برا سمجھتے تو اسی طرح اسکو دور کر سکتے تھے جیسے اور ہزارون بدیون کو دور کیا۔ نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ آپنے اس مسئلہ پر غور نہین کیا کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اس وقت کے مروج رسم مین آپنے بہت سی اصلاحین کین جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپنے اسپر غور کیا اور ضرورت سمجھکر

اسکی اجازت دی اور ساتھ ہی اسکی بد استعمالی کو جہانتک ممکن تھا روکا۔ اب ہم دوسرے اعتراض پر
بحث کرتے ہین جسکا یہ منشاء ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علم نعوذ باللہ ایسا ناقص تھا کہ آپ تعدد
ازدواج کی برائیون پر مطلع نہ ہو سکے مفصل بحث اس مضمون پر تیسرے حصہ مضمون مین ہوگی جہان
تعدد ازدواج پر اعتراضونکا جواب دیا جاویگا۔ اس حصہ مین ہم یہ ثابت کرکے دکھادینگے۔ کہ تعدد ازدواج
کی برائیان اصل مین کوئی وجود نہین رکھتین بلکہ انکا وجود صرف ان لوگونکے خیال تک ہی محدود ہے
جنکے خون مین اسکی مخالفت رچی ہوئی ہے اور یا ان لوگونکے جو اندھا دھند انکی پیروی کر رہے ہین اور
یون بلا وجہ ایک مقدس اور پاکیزہ رواج سے بیزار ہو رہے ہین یہان دو اور پہلوؤنکے لحاظ سے ہم
مختصراً کچھ بیان کرینگے۔

حیوانی جذبات کے محرکات اور اسلام مین ان کا علاج

تعدد ازدواج کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس سے حیوانی جذبات کو تحریک ہوتی اور شہوانی خیالات بڑھتے ہین یہان اس اعتراض کا جواب دینا ہمارا مقصود نہین
بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ ممکن تھا کہ اگر واقعی تعدد ازدواج کا ایسا برا اثر ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اس سے بے خبر رہ سکتے تھے اس مین کسی کو شک نہین ہو سکتا کہ جہان مختلف مذاہب مین نجات
کے لیے مختلف حیلے تجویز کیے گئے ہین۔ اسلام مین نجات کو صرف پاکیزہ زندگی سے وابستہ کیا گیا ہے۔
جیسا کہ آیت قرآنی قد افلح من زکّٰھا اسپر شاہد ہے۔ اسلام نے اس قسم کے باطل خیالونکو ایک لمحہ کیلیے بھی
قبول نہین کیا۔ کہ ایک شخص گناہون مین غرق ہو کر کسی کے خون کے کفارہ سے کبھی نجات پا سکتا ہے پس
چونکہ مذہب اسلام کی بنیاد جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے (جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالے کی رضا
پر چلنا اور ہر ایک نفسانی خواہش کو ترک کرنا) نفس کی حقیقی پاکیزگی پر رکھی گئی ہے اور اسکے سوائے
کوئی ذریعہ نجات کا تجویز نہین کیا گیا۔ اسلیے اس پاکیزہ مذہب کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ تمام تجاویز پیش
کرتا جو حیوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کو دبانے والی ہو سکتی ہین۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور
ہر ایک سوراخ جسکے ذریعہ بدخواہش انسان کے دل کے اندر گھس سکتی تھی بند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اور
مذہب نے عملی طور پر اتنے طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور بدخواہشات سے بچنے کے نہین
بتائے جسقدر اسلام نے بتائے ہین۔ یہ دعوے بلا دلیل نہین لیکن اسپر مفصل بحث اس مختصر مضمون مین
نہین ہو سکتی اسپر روشنی ڈالنے کیلیے ہم دو محرکات جذبات حیوانی کو لیکر دکھائینگے کہ کس طرح اسلام نے
حیوانی جذبات کو دور کرنیکے لیے انسانی فطرت کے مختلف شعبون پر غور کیا ہے یہ دو محرکات مثلاً بجز ری

اور مردون اور عورتونکا کھلا میل جول ہین خصوصاً کھیل تماشون اور عیش و عشرت کے موقع پر جب
حیوانی جذبات خود ہی تحریک مین ہوتے ہین امر اول تو ایک ایسی بدیہی بات ہے کہ کوئی عقلمند آدمی آج
اس بات سے انکار نہین کرسکتا کہ شرابخوری نسل انسانی کی سخت ترین دشمن اور جذبات حیوانی
کی خطرناک محرک ہے سوائے اسلام کے وہ کون مذہب ہے جس نے اس بدی کو جسکے دور کرنیکے لیے آج
تمام انسانی کوششین ناکام ثابت ہورہی ہین ایک ہی لفظ سے نابود کردیا اور ان لوگونکو جنکی گھٹی مین
شراب پڑی ہوئی تھی ایک دم مین شراب سے ایسا متنفر کردیا کہ ہمیشہ کیلیے وہ اسکے سخت ترین دشمن
ہوگئے - ایک ہی لفظ پر کہ اسلام مین شراب منع ہے کیونکہ وہ انسان کی دشمن ہے شراب کے مٹکے اور
پیالے اس طرح پر توڑ ڈالے گئے جیسے کسی چیز سے سخت نفرت پیدا ہو جاتی ہے. کیا کوئی انسانی
کوشش آج تک یہ کام کرسکی ہے اور باوجود اسکے اس انسان اور اسکے ان رفیقون کو نفسانی جذبات
کے پیرو کہا جاتا ہے - اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ طاقت نہ تھی کہ اپنے صحابہ
کے نفسانی جذبات کو روک سکتے اسلیے تعدد ازدواج کو جایز رکھا گیا - اس سے بڑھکر دنیا مین کونسا ظلم
ہوسکتا ہے - کوئی انصاف سے اس بات کا جواب ہمین دے کہ تعدد ازدواج کا روکنا زیادہ مشکل امر تھا یا
شرابخوری کا - اور جواب دینے سے پہلے اس بات پر بھی غور کرلے کہ تعدد ازدواج کی ممانعت سے یورپ
مین کیسی خطرناک زناکاری پھیلی ہے! اور یہ بھی سوچ لے کہ شراب کی ممانعت انسان کو کس
حقیقی پاکیزگی کی طرف لیجاتی ہے - جن لوگونمین تعدد ازدواج کے مسئلہ کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے انمین
دس فیصدی سے زیادہ لوگ اسپر عمل کرنیوالے نہین پائے جائینگے - یہ نسبت مارمنونکی ہے - جنکے
درمیان تعدد ازدواج صرف جایز ہی نہین بلکہ ضروری اور فرض کی طرح ہے - مگر ان لوگونکے درمیان جنکے
اندر اسلام کی طرح تعدد ازدواج صرف ضرورت کیلیے جایز رکھا گیا ہے - تعدد ازدواج پر عمل کرنیوالونکی
نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے - پس تعدد ازدواج کو روکنا کوئی مشکل امر نہین اور ہر ایک گورنمنٹ آسانی سے
تعدد ازدواج سے لوگونکو روک سکتی ہے لیکن کوئی انسانی گورنمنٹ کوئی واعظ کوئی لیکچرار شرابخوری
کے دور کرنے مین کامیاب نہین ہوسکا - ساری دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کرلو - صرف ایک ہی مثال
ملے گی - جہان اس بدی کو جڑ سے کاٹا گیا ہے اور وہ ہے اسلام کا مقدس مذہب جو صرف لفظونسے خوش
نہین ہوتا بلکہ انسان سے حقیقی پاکیزگی چاہتا ہے دوسری بڑی بھاری روک جو اسلام نے حیوانی
جذبات کو دبانے کیلئے تجویز کی ہے - وہ مردون اور عورتونکے کھلے میل جول کو بند کرنا ہے جسکو دوسرے
لفظونمین پردہ کہا جاتا ہے - اب چاہو تو پردہ کو غلطی کہہ لو مگر اتنا تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ غلطی بھی حقیقی پاکیزگی کی

طرف لیجانیوالی ہے اور حیوانی جذبات کو روکنے والی ہے۔ پھر ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ سے عدم اعتبار ثابت ہوتا ہے ہم مانتے ہین مگر عدم اعتبار کس امر کا ہے۔ عام انسانون کے حیوانی جذبات اور نفسانی جوشون پر عدم اعتبار ہے۔ اور اس عدم اعتبار پر سوائے اس شخص کے کوئی اعتراض نہین کریگا۔ جو فطرت انسانی سے ناواقف ہے۔ پردہ جو کچھ ہے مگر یہ بات تو یقینی ہے کہ حقیقی پاکیزگی تک پہونچنے کیلیے پردہ کا حکم دیا گیا ہے اور پردہ کا اثر عورتونکی تعلیم اور ترقی پر جو کچھ ہو سو ہو پر اس بات سے انکار نہین ہو سکتا کہ نفسانی جذبات اور حیوانی خواہشات کو روکنے کیلیے پردہ ہی ایک علاج اور پردہ ہی ایک راہ ہے پس بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ اسلام نے اسقدر کوشش انسانونکو پاکیزگی تک پہونچانے کے لیے کی ہے جو کسی دوسرے مذہب نے نہین کی اور ہر پہلو سے اصلاح کا ارادہ کیا ہے ایک شخص جسکے نزدیک اس حقیقی پاکیزگی کی کچھ قدر و قیمت نہین یہ الزام اگر اسلام پر دے کہ پاکیزگی کو پیدا کرنے کیلیے اسلام بہت دور چلا گیا ہے تو اسکا الزام بیجا ہے کیونکہ وہ حیوانی جذبات سے الگ نہین ہوا اور معذور ہے۔ علاوہ ازین پردہ کے مضمون مین مفصل بحث کر کے ہمنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پردہ کا حکم انسانی فطرت کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہے اور مردون اور عورتونکے کھلے میل جول سے کبھی دل کی وہ پاکیزگی حاصل نہین ہو سکتی جو اسلام کا اصل مقصد اور منشاء ہے۔ پس جس مذہب کی نگاہ ایسی باریک ہے اور جس نے جذبات کے روکنے کیلیے جسقدر ممکن اصلاحین تھین کین اسکی نسبت یہ کہنا کہ وہ تعدد ازواج کی قرضی برائیون پر مطلع نہین ہو سکا محض حماقت ہے حقیقی پاکیزگی تک پہنچنے کیلیے اسلام نے جسقدر راہین تجویز کی ہین وہ عین صواب ہین۔ حق بات یہ ہے کہ اگر اسلام تعدد ازواج کو روکتا تو جیسا کہ اس مضمون کے پہلے حصہ مین دکھایا جا چکا ہے وہ حقیقی پاکیزگی تک پہنچنے کی ایک ضروری راہ کو بند کرنیوالا ہوتا۔ کیونکہ جس صورتمین خاص حالات کے ماتحت تعدد ازواج ایک انسانی ضرورت ہو جاتی ہے تو اسکی ممانعت کا نتیجہ سوائے کثرت زناکاری کے اور کیا ہو سکتا ہے اور اسکی شہادت ان عیسائی ممالک سے ملتی ہے جہان تعدد ازواج کی ممانعت کیگئی ہے چنانچہ کئی دفعہ عیسائیون کی شہادت ان صفحات مین ہم نقل کر چکے ہین اور اس موقعہ پر کلیسیا کے ایک عظیم الشان عہدیدار کی شہادت اور نقل کرتے ہین پادری اسک ٹیلر نے کلیسیا کے ایک مجمع مین لیکچر دیتے وقت کہا ”تعدد ازواج کی وجہ سے اسلامی بلاد پیشہ ور زانیہ عورتون سے پاک ہین اور یہ واقعہ عیسائی مذہب کے لیے بہت بڑھکر شرم کا موجب ہے بہ نسبت اسکے جو تعدد ازواج اسلام کے لیئے ہے مسلمانونکے درمیان تعدد ازواج کا رواج جو مقید بہ شرائط ہے عورتونکے لیے نہایت ہی کم باعث ذلت اور مردونکے لیے نہایت ہی کم باعث نقصان ہے اس زناکاری کی حالت سے جس مین ایک

عورت کیٔی کیٔی خاوند رکھتی ہے۔ (یعنی خاوند کے علاوہ آشنا رکھتی ہے) جو عیسائی بلاد کیلیے باعث لعنت ہے اور جس سے اسلام بالکل پاک ہے۔ وہ انگریز جو کیٔی کیٔی ایک ایک عورت سے زنا کرتے ہین یہ حق نہین رکھتے کہ ان مسلمانون پر جو تعدد ازواج کے پابند ہین کوئی الزام لگاوین ہمین چاہیے کہ اپنے بھائی کی آنکھ کے تل کو کچھ نہ کہین جبتک کہ پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نہ نکال لین"۔ ہم بڑی خوشی سے اس بات کو تسلیم کرینگے کہ اسلام ناقص تہذیب کے سبب سے تعدد ازواج کے نقصون پر آگاہ نہین ہوسکا۔ اگر یہ ثابت کردیا جاوے کہ اس ترقی تہذیب کے زمانے مین تعدد ازواج کی ممانعت زناکاری کو زیادہ نہین بلکہ کم کرنیوالی ہے۔ لیکن واقعات پر غور کرنیسے نتیجہ اس سے برعکس پیدا ہوتا ہے جو تعدد ازواج کے دشمن فرض کررہے ہین۔

عورتون کے حقوق

دوسرا بڑا اعتراض تعدد ازواج کے خلاف یہ ہے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے اس اعتراض کا بھی اس جگہ ہم جواب نہین دینا چاہتے بلکہ اس پہلو سے اسپر غور کرینگے کہ آیا اسلام کا عام میلان عورت کی حالت کے متعلق کیا تھا یعنی اسلام کے اصول عورت کو اسکے حقوق دینے اور اسکی حالت کی اصلاح کرنیوالے تھے یا اسکی حق تلفی کرنیوالے کیونکہ تمام اصول کا منشا و انجام کار ایک ہی ہونا چاہیے یہ ایک مسلم امر ہے کہ اسلام سے پہلے عورت سخت ذلت کیحالت مین تھی۔ وہ انسانی... سوسائیٹی کا ایک ممبر نہ سمجھی جاتی تھی بلکہ جایداد و مال کی طرح ایک چیز سمجھی جاتی تھی چنانچہ کسی شخص کے مرنیکے بعد اسکی بیویان اسکے بیٹے کے ورثہ مین آتی تھین اور یون ایک ناپاک رسم کی بنیاد پڑگئی تھی جسے قرآن شریف نے حرمت علیکم امہاتکم کہکر دور کیا۔ لیکن اسلام کے ساتھ ہی ایک حیرت انگیز تبدیلی عورت کی حالتمین ہمین نظر آتی ہے دختر کشی کی رسم جڑ سے اکھاڑ ڈالی گئی اور عورت کا ورثائے متوفی کے قبضہ مین آنا موقوف ہوا۔ جنسیت کے فرق کو اس طرح دور کیا گیا کہ نیک اعمال سے عورت وہی مقام حاصل کرسکتی ہے جو مرد کرسکتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر اسلام نے عورت کیحالتمین یہ اصلاح کی کہ یا تو وہ مال اور جایداد کی طرح خود ورثہ مین جاتی تھی اور یا اب مردوں کی طرح اور انکے ساتھ وہ بھی وارث ٹھہرائی گئی اور اسکو تمام وہ اختیارات جایداد کے متعلق دیے گئے جو مردونکو حاصل تھے۔ غرضیکہ اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیئے ہین جو اسوقت کے اعلے درجہ کی تہذیب کے نیچے بھی اسکو نہین ملے۔ بچے کا بوجھ اٹھانے اور جننے اور پالنے کی جسقدر تکالیف عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہین انکی وہ قدر کیگئی ہے جو اور کسی نے نہین کی چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے ان للحامل منکن اجر الصایم القایم فاذا ضربھا الطلق لم یدر احد مالھا من الاجر فاذا ارضعت کان لھا بکل مصۃ اجر احیاء نفس یعنی حاملہ عورت کیلیے وہ اجر ہے جو اس آدمی کیلیے ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت مین کھڑا ہوتا ہے

پھر جب عورت کو درد زہ لگتی ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اسکا اجر کتنا بڑا ہے پھر جب وہ بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو ہر ایک گھونٹ کے عوض جو بچہ چوستا ہے اسکے لیے ایسا اجر ہوتا ہے جیسے ایک نفس کو زندہ کرنیکا گیا ان سب امور سے یہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام نے عورت کی اصل جگہ اور اسکی اصل قدر و منزلت کو پورے طور پر پہچانا ہے۔ ایکطرف یہ عورت کو اسکے سارے حقوق دیتا ہے اور یون سوسائٹی مین اسے اسکی اصلی جگہ دیتا ہے اور دوسریطرف گھر کے اندر اسکے حقوق کی پوری نگہداشت کرتا ہے اور یہ امر واقع ہے کہ ایک خاوند کی دو عورتین ہونیسے کسی طرح انکی حق تلفی نہین ہوتی بلکہ انکے حقوق وہی رہتے ہین جو ایک بیوی کے ہوتے ہین۔ دوسری عورت ہونیسے اسکی کوی کم قدری نہین ہوتی بلکہ اگر غور کیا جاوے تو تعدد ازواج کی اجازت عورت کے قدر کو بڑھانیوالی ہے وہ لاکھون عورتین جو مہذب ممالک مین اوٹ کاسٹ (مردود) کے نام سے مشہور ہین تعدد ازواج سے نیک بیبیان اور قابل قدر مائین بن سکتی ہین پس وہ طریق جس سے لاکھون عورتونکے حالات کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اسپر تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسمین عورت کی حق تلفی اور کم قدری ہے اور ان ہزار ہا زانیہ عورتون کے وجود کو جنکے سبب سے ایک بڑا حصہ نسل انسانی کا چارپایونکی حالت سے بھی نیچے گرا ہوا ہے انسانی سوسائیٹی کی بہتری کا موجب سمجھا جاتا ہے۔ مگر اسلام عورتونکو اس وحشیانہ حالت مین ناپاک زندگیان بسر کرنیسے روکتا ہے اور جس طرح سے ہو انکو انسانی دایرہ کے اندر لاتا ہے خواہ یہ غرض تعدد ازواج کی مدد سے حاصل ہو اور خواہ بغیر اسکے۔

قرآن شریف نے تعدد ازواج کی بنا کیا رکھی ہے

اس مختصر بحث کے بعد اب ہم اصل سوال کیطرف آتے ہین یعنی قرآن کریم نے تعدد ازواج کی اجازت کس بنا پر دی ہے اس سوال کے جواب کے لیے ضرور ہے کہ اس آیت پر غور کیا جاوے جس مین یہ اجازت دیگئی ہے یہ آیت سورہ نساء کی تیسری آیت ہے اور سورہ شریف ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا (النساء) اے لوگو تقوے اختیار کرو اپنے پروردگار کا جس نے تمھین ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اسکی بی بی کو پیدا کیا اور پھر ان دو (میان بی بی) سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے۔ اور تقوے اختیار کرو اس خدا کا جسکے نام سے تم سوال کرتے ہو اور رحمونکا (پاس ملحوظ رکھو) بیشک اللہ تعالے تمپر نگہبان ہے۔" سورہ شریف کو اس آیت سے شروع کرنیمین قرآن کریم

کی ایک خاص غرض معلوم ہوتی ہے! اس آیت مین دو دفعہ تقوے اللہ کی تاکید کی گئی ہے یعنی ایک تو ابتدا مین اور پھر درمیان مین اسی نصیحت کا اعادہ کیا ہے اور اخیر پر فرمایا کہ اللہ تمپر نگہبان ہے یعنی تمہارے پوشیدہ کامون سے اور تمہارے دل کی باتونسے بھی وہ واقف ہے پس تم ایسے کام نہ کرو کہ لوگونکی نظر ونمین تو اچھے رہو اور اللہ تعالے کے نزدیک تمہارا دل پاک نہو۔ نیز اس آیت مین یہ بیان فرمایا ہے کہ میان بی بی کا تعلق اللہ تعالے نے اسلیے کیا ہے کہ تا ان دونو نسے نسل انسانی کا سلسلہ زمین پر بڑھے غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے تعدد ازدواج کی علت غائی کو ان الفاظ مین بیان فرمایا ہے پس اس حکم کی بنیاد دوسرے تمام احکام کی طرح تقوے ہی ہے اور تعدد ازدواج کی اجازت تقوے کی غرض سے ہی دیگئی ہے انسان کی زندگی کا بڑا مقصد اللہ تعالے سے تعلق پیدا کرنا ہے اور یہ پاک تعلق حاصل نہین ہو سکتا جبتک انسان اس اعلے درجہ کی پاکیزگی کے مقام پر نہ پہنچ جائے جہان کوئی بدخیال اسکے دل کیطرف راہ نہ پاسکے اسی مقام کے حصول کے لیے یہ اجازت دیگئی ہے کہ انسان دو تین یا چار بیویان حسب ضرورت کرے مگر تمام بدخیالات اور نفسانی شہوات سے اپنے دل کو پاک رکھے۔

نکاح کی اصل غرض تقوے ہے قرآن شریف کی اور بہت آیات سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ بڑی غرض نکاح کی اسلام مین تقوے ہے چنانچہ سورہ نور مین اللہ تعالے فرماتا ہے ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتیٰ یغنیھم اللہ من فضلہ (النور۔ ۳۳) اور جو لوگ نکاح کرنیکا مقدور نہین رکھتے انکو چاہئے کہ (اور ذرائع سے) عفت طلب کرین یہانتک کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے انکو غنی کردے! اس آیت کے معنونکی تشریح ایک حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء اما الذی لا تتوق نفسہ الی النکاح فان کان ذٰلک لعلۃ بہ من کبر او مرض او عجز یکرہ لہ ان ینکح لانہ یلتزم ما لا یمکن القیام بحقہ۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانونکے گروہ جو شخص تم مین سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ نکاح کرے کیونکہ نکاح انسان کی نگاہ کو بہت نیچے رکھنے والا اور اسکی شرمگاہ کو بہت محفوظ رکھنے والا ہے اور جس شخص کے پاس نکاح کے ذرائع نہ ہون تو اسکو چاہئے کہ روزے رکھے کیونکہ روزے اسکے قواے شہوانی کو دبانے والے ہونگے۔ اور وہ شخص جسکا نفس نکاح کی

طرف مائل نہین ہوتا اور یہ کسی سبب کیوجہ سے ہو مثلاً بڑھاپے کے سبب سے یا بیماری کے سبب سے یا کمزوری کے سبب سے تو اسکے لیے نکاح کرنا اچھا نہین کیونکہ اگر وہ نکاح کرے گا تو اپنے ذمے ایک ایسی چیز ڈال لیگا۔ جسکے حقوق وہ ادا نہین کر سکتا۔ اب اس آیت اور حدیث سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مین نکاح کی بھاری اور اصلی غرض خواہ ایک بیوی سے ہو یا ایک سے زیادہ کے ساتھ تقوے اور پرہیزگاری کا قایم رکھنا اور شہوانی خیالات اور حیوانی جذبات سے بچنا ہے مثلاً قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ کوئی مرد غیر عورت کیطرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے کیونکہ اس سے آخر کار بدی پیدا ہونیکا اندیشہ ہے اور مذہب اسلام انسان سے ایسی عفت چاہتا ہے کہ شہوانی خیالات کو مطلقاً انکے دلونکی طرف راہ نہ ملے۔ پاکیزگی کے اس اعلے مرتبہ کے حاصل کرنیکے لیے ضروری ہو کہ مختلف حالات کے ماتحت مختلف انسانون کو مختلف ذرایع میسر آسکین۔ مثلاً عام انسانون کیلیے تو صرف یہی نصیحت ہے کہ وہ نکاح کرین پھر جو لوگ قوے تو پورے رکھتے ہین۔ مگر نکاح کی استطاعت نہین رکھتے انکو حکم دیتا ہے کہ وہ روزے رکھین اور جو لوگ بوڑھے ہو چکے ہین یا قدرتی طور پر یا بیماری سے انکے قوے قایم نہین انکو نکاح سے منع کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک ایسی جماعت ہے جسکو تعدد ازواج کی اجازت دیگئی ہے۔ یعنی انکے لیے ایک بیوی کو ناکافی سمجھکر ایک سے زیادہ نکاح کرنیکی اجازت ہے۔ اب اس تقسیم سے جو اسلام نے کی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس اخیری جماعت مین وہ لوگ شامل ہین جنکے قوے جیسا کہ مضمون کے پہلے حصہ مین ثابت کیا جا چکا ہے۔ ایک ہی عورت پر جسکے ساتھ طرح طرحکے قدرتی عوارض لگے ہوئے ہین۔ صبر نہین کر سکتے کیونکہ جیسا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین وہ انسان موجود ہین جنکو ایسے قوے سے محروم کیا گیا ہے اور جنکو مذہب اسلام نے نکاح کرنیسے منع کیا ہے ایسا ہی دوسری طرف قوی الشہوت لوگ بھی موجود ہین جنکے لیے ایک عورت کافی نہین اور اسلیے ضروری تھا کہ انسان کو ایک سے زیادہ نکاح کرنیکی اجازت دیجاتی۔ کیونکہ مذہب نے انسانی ضروریات کے پورا کرنیکا راہ بتانا ہے نہ یہ کہ ان ضروریات کا گلا گھونٹ کر یہ کہا جاوے کہ خواہ ضرورت ہو یا نہ ضرورت ہو اس سے آگے کوئی راہ کھلی نہین جسکا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ وہ لوگ جایز طریقوں سے روکے جا کر ناجایز طریقونکی طرف رجوع کرینگے قرآن کریم یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک انسان ایسا پاک نفس ہو کہ اسکے دل مین کبھی یہ خیال بھی پیدا نہ ہو کہ غیر عورتون کی طرف محض انکی خوبصورتی کیوجہ انکو دیکھے کیونکہ جو خوشی انسان کو اس طرح سے حاصل ہوتی ہے وہ دراصل ایک گندی اور شہوانی خوشی ہے خواہ مہذب سوسائیٹی مین کوئی نام اسکا تجویز کر لیا جاوے پس اس قسم کے تمام ناپاک خیالات کی جڑ کاٹنے کیلیے یہ امر ضروری تھا کہ تعدد ازواج کی اجازت دیجاتی۔

ہان اگر اس اعلے درجہ کی پاکیزگی کی کچھ پروا نہ کیجاوے، تو بیشک تعدد ازواج کا دروازہ بند ہو سکتا ہے اور ان دو دروازون مین سے ایک کا کھلا رہنا ضروری ہے یعنی تعدد ازواج کا دروازہ یا بدکاری کا دروازہ۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام انسان کو صرف زنا سے ہی منع نہین کرتا۔ بلکہ اسقدر کو بھی کافی نہین سمجھتا کہ شہوانی خیالات سے غیر عورتونکی طرف نہ دیکھے اور یہ چاہتا ہے کہ بلا کسی ضرورت کے انسان قطعاً غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور وہ راستہ اختیار کرے جو سوسائیٹی کے لیے اول درجہ کا مامون اور دل کی پاکیزگی کے لیے اول درجہ کا محافظ ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور وہ یہ نہین چاہتا کہ سب لوگ راہبانہ زندگی اختیار کر لین یا فطرت پر جبر کرین اور انپر کوئی ایسا بوجھ نہین ڈالتا جسکی وہ برداشت نہ کر سکتے ہون بلکہ ایک ایسی راہ بتاتا ہے جسپر دنیا کے کاروبار کرنیوالے انسان آسانی سے چل سکتے ہین۔ مذہب اسلام کو یہ ایسی فوقیت حاصل ہے کہ تمام دوسرے مذاہب اس سے خالی ہین یعنی ایک طرف تو یہ مذہب اعلے درجہ کی حقیقی پاکیزگی پر پہونچنے کی تعلیم دیتا ہے اور دوسری طرف ایسے عملی طریق بتاتا ہے جن پر چلکر انسان اس حقیقی پاکیزگی کو پا سکتا ہے۔ بدیونسے بچنے کا اسکا عام اصول دوسرے مذاہب پر ایک فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف مین آیا ہے۔ من حام حول الحمی یوشك ان یقع فیہ۔ یعنی جو شخص محرمات الٰہی کے گرد پھرتا ہے قریب ہے کہ وہ انکے بیچ پڑ جاوے۔ پس اسلام صرف یہی نہین کہتا کہ تم فلان فعل بد مت کرو بلکہ اس فعل بد کے قریب آنے سے بھی روکتا ہے اور ان تمام راہونکو بند کرتا ہے جن پر چلکر انسان کی بدکاری کا مرتکب ہونیکا اندیشہ ہو۔ گویا جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہین بدی کو اس جگہ روکتا ہے جو روکنے کی جگہ ہے یعنی اسکے منبع پر کیونکہ اگر بدی کو اسکے پھوٹ نکلنے کی جگہ پر نہ روکا جاوے گا تو وہ پھر کمزور اور غیر محسوس سا خیال آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہوتا جذبات کا وہ تند و تیز سیلاب ہو جاویگا جسکا روکنا نہایت ہی مشکل ہو جاویگا چنانچہ زنا کے متعلق قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ لا تقربوا الزنا۔ یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ پس اسلام نہ صرف زناکاری سے روکتا ہے بلکہ ان تمام افعال سے بھی روکتا ہے جنکا نتیجہ یہ فعل بد ہو۔ یہ ایک ایسا پختہ اور مضبوط اصول بدکاری سے بچنے کا ہے کہ اسلام کے اندھے دشمنونکے سوا خواہ وہ مسلمان کہلاوین۔ یا غیر مسلمان کوئی منصف اس سے انکار نہین کر سکتا۔ اور جبتک زنا اور اسکی تمہیدات کو ایسی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاوے تب تک تعدد ازدواج کا دروازہ بند نہین ہو سکتا۔ جو شخص خدا کی ہستی کو مانتا ہے وہ غور کرے کہ آیا وہ اعلے درجہ کی حقیقی پاکیزگی جسکی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا کرنیکے لیے ضروری نہین اور جو شخص ہستی باریتعالے کا منکر ہے وہ بھی سوچے کہ آیا انسانی ترقی اس پاکیزگی سے وابستہ نہین؟

سلسلہ نسل انسانی کے بقا کی ضرورت

اب مذکورہ بالا بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اسلامی شریعت نے تقوے اور پاکیزگی کیلیے تعدد ازواج کو جایز رکھا ہے ان دلایل کے علاوہ جو اوپر دیگئی ہیں یہ امر قرآن کریم کے پڑھنے والے پر پوشیدہ نہین کہ قرآن کریم کس طرح بار بار تقوے پر زور دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ تقوے کا حصول محض ایک خیالی امر ہی رہتا جبتک تعدد ازواج کی اجازت نہ دیجاتی - اگر قرآن کریم کا منشا اناجیل کی طرح یہ ہوتا کہ چند دل خوش کن فقروں سے لوگونکو خوش کرے - جیسے مثلاً ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی دینا جسپر عمل کر نیوالا کوئی عیسائی دنیا مین آج تک پیدا نہین ہوا - تو ایک آسان امر تھا کہ تعدد ازواج کے دروازے کو بند کر دیا جاتا مگر مذہب اسلام کی غرض انسان کو واقعی ایک اعلے مقام پر پہنچانا تھا اور اس لیے جہان ایکطرف اس مقدس مذہب مین یہ زور دیا گیا کہ تم تقوے اختیار کرو اور نفسانی خیالات اور حیوانی جذبات کو مغلوب کرو اور ہر ایک قسم کی بدخواہش یا بدنظری سے اپنے آپ کو پاک رکھو دوسریطرف یہ امر بھی ملحوظ رکھ لیا گیا کہ فطرت انسانی کے تقاضے کیا کیا ہین اور وہ کس طرح سے احسن طریق سے پورے ہو سکتے ہین اسلیے جہان ہر ایک بدی کو جڑ سے کاٹا گیا - تعدد ازواج کو قطعاً منع نہین کیا گیا اور جیسا کہ سورہ النسار کی اس آیت سے ظاہر ہے جو تعدد ازواج کی اجازت سے ایک آیت پہلے مذکور ہے تقوے کی خاطر یہ اجازت دیگئی ہے - ساتھ ہی اسکے اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم نے یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ چونکہ مرد اور عورت کا جوڑ نسل انسانی کے پھیلانے کا ذریعہ ہے پس اگر کبھی خاص حالات کے ماتحت ایک بیوی سے اولاد پیدا نہ ہو تو اور نکاح کرنیکی بھی اجازت ہے تا وہ غرض مفقود نہ ہو جائے - جو نکاح کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اس آیت کے علاوہ قرآن شریف کے دیگر مقامات سے بھی سلسلہ اولاد کیلیے تعدد ازواج کی اجازت اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتی ہے - مثلاً قرآن کریم یہ دعا سکھاتا ہے - ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما (الفرقان - ۷۴) اے ہمارے پروردگار ہمکو ہماری بیبیوں سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہمکو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا - ایسا ہی حضرت ذکریا کی یہ دعا قرآن شریف مین بیان فرمائی گئی ہے - رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ - اے میرے پروردگار مجھے اپنی جناب سے صالح اولاد عطا فرما - ان آیات سے جنمین اولاد صالح کے پیدا ہونیکی ترغیب دیگئی ہے صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک اولاد کیخاطر بھی قرآن شریف نے تعدد ازواج کو جایز رکھا ہے اب جیسا کہ مضمون کے پہلے حصہ مین ہمنے دکھایا تھا - تقوے اور اولاد کا پیدا ہونا ہی تعدد ازواج کی ضرورت کو ثابت کرنیوالی دو بڑی باتین ہین اور انکا ذکر قرآن شریف نے کھولکر کر دیا ہے اور چونکہ مختلف واقعات جو انسانونکو تعدد ازواج کی ضرورت کیلیے مختلف حالات کے نیچے پیش آتے ہین ان سب کا بیان کرنا ناممکن امر ہے

اسلیے قرآن شریف نے اس اجازت تعدد ازدواج کو دو یا چار با تونکے ساتھ محدود نہین کیا کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو اصلی غرض پھر مفقود ہو جاتی بلکہ خود ہر انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو دیکھکر اور تقوے اللہ کو مدنظر رکھکر تعدد ازدواج کی اجازت سے فایدہ اٹھا سکتا ہے۔

آیت کے معنے اب ہم اصل آیت کے معنو نپر غور کرتے ہین جس مین تعدد ازدواج کی اجازت دیگئی ہے

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنٰی وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنٰی الا تعولوا (النسآء - ۳) اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیون کے بارے مین انصاف قایم نہ رکھ سکوگے - تو دوسری عورتون مین سے جو تم کو پسند ہون - دو دو تین تین چار چار عورتون سے نکاح کر لو لیکن اگر تمکو اس بات کا اندیشہ ہو کہ انصاف قایم نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی بی بی پر کفایت کرو یا وہ چیز جسکے تمہارے دہنے ہاتھ مالک ہوئے - یہ تدبیر نا منصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے انسب ہے اس آیت کے پہلے حصہ مین جو یتامی کا ذکر ہے اس سے مراد یتیم لڑکیان ہین جیساکہ اس سورۃ کی ایک اگلی آیت سے ظاہر ہے - ویستفتونک فی النسآء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلٰی علیکم فی الکتٰب فی یتٰمی النسآء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن (النسآء - ۱۲۷) اور پوچھتے ہین تم سے یتیم عورتونکے ساتھ نکاح کرنیکے بارہ مین - کہدے اللہ تم کو انکے بارہ مین اجازت دیتا ہے اور پہلے قرآن مین جو حکم تمکو سنایا جا چکا ہے - سو وہ ان یتیم عورتونکے بارہ مین ہے جنکو تم ان کا حق جو انکے لیے ٹھہرایا گیا ہے نہین دیتے اور باوجود اسکے انکے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو - یہان جس پہلے حکم کا ذکر ہے کہ یتیم لڑکیونکے بارہ مین دیا گیا ہے وہ اسی آیت سورہ نسا کیطرف اشارہ ہے جس مین تعدد ازدواج کا بھی ذکر ہے ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ان یتیم لڑکیونکو جو انکے سپرد ہوتی تھین نکاح مین تو لے آتے تھے مگر چونکہ انکے کوئی رشتہ دار ایسے نہ ہوتے تھے جو انکے حقوق کا مطالبہ کر سکین اسلیے انپر اکثر ظلم ہوتا تھا - ان آیات مین اور خصوصاً اول الذکر آیت مین اس بدی کی اصلاح مطلوب تھی کیونکہ جہان یتامی پر اور ظلم دور کیے گئے وہان اسکا دور کرنا بھی ضروری تھا اور جب یتیم لڑکیونکے ولی خود انسے نکاح کرتے تو اس قسم کے ظلم کا خطرہ باقی نہ تھا کیونکہ پھر وہی ولی خود انکے حقوق کے محافظ ہو جاتے۔

تعدد ازدواج کس وقت جایز ہے یہان اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ تعدد ازدواج سے اگر کوئی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ دوسری شادی

کرنیسے پہلی عورت کی حق تلفی نہ ہو جاوے اسکے علاوہ باقی تمام نقصانات محض خیالی ہین اور اس خطرہ کو قرآن شریف نے خود محسوس کیا ہے کیونکہ تعدد ازدواج کی اجازت کے ساتھ ہی پھر یہ لفظ بڑھا دیئے ہین فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ اب اس آیت مین دو باتون کا ذکر ہے یعنی ایک یتیم لڑکیونسے نکاح کرنیکا اور دوسرا ایک سے زیادہ بیبیان کرنیکا اور ان دونون باتونمین سے مسلمانونکو کسی سے قطعی طور پر روکا نہین گیا مگر ایسے الفاظ ضرور ہین کہ جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ضرورت کے ان دونون باتونسے بچنا چاہئے کیونکہ دونون مین ناانصافی کا خطرہ ساتھ لگا ہوا ہے جو اللہ تعالے کے نزدیک بڑا گناہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی اجازت صرف ضرورت کی حالتمین ہے کیونکہ سوائے ضرورت کے انسان کو ایسی بات مین پڑنا ہرگز جایز نہین جس مین گناہ کا اندیشہ ہو۔ ہان ضرورت کے وقت یا جب کسی اور گناہ مین پڑنیکا اندیشہ ہو ایسا فعل ضروری ہو جاتا ہے۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ ان دونون باتونکے متعلق ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہین۔ وان خفتم الا تقسطوا یعنی اگر تمکو اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ان یتیم لڑکیونسے جو تمہاری زیر نگرانی ہین نکاح مت کرو بلکہ اور عورتونسے نکاح کرو۔ اور تعدد ازدواج کے متعلق بھی قریباً قریباً یہی لفظ ہین فان خفتم الا تعدلوا یعنی اگر تمکو یہ اندیشہ ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک سے زیادہ بی بی مت کرو بلکہ ایک ہی پر کفایت کرو۔ ممانعت دونون صورتون مین نہین مگر سفارش یہی کی گئی ہے کہ حتے الوسع نہ یتیم لڑکیونسے نکاح کیا جاوے اور نہ ایک سے زیادہ بیبیان کیجاوین ہان ضرورت کے وقت دونون باتین جایز ہین کیونکہ فی نفسہ یہ امور گناہ نہین اگر ضرورت ہو اور ایک آدمی دیکھتا ہے کہ مین ایک یتیم لڑکی کو نکاح مین لاکر اسکے حقوق کو اسی طرح ادا کرونگا جیسے اور کسی عورت کے حقوق کو تو وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر ضرورت ہو اور ایک آدمی دیکھتا ہے کہ مین اس بات پر قادر ہون کہ پہلی عورت کے حقوق کو فراموش نہین کرونگا اور سب بیبیونمین عدل قایم رکھ سکونگا تو اسکو اجازت ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے۔ یہ ایک بالکل صاف امر ہے جس مین کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجایش نہین۔

بلا ضرورت تعدد ازدواج جایز نہین

ہمنے اوپر یہ بیان کیا ہے کہ اگرچہ قرآن شریف تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے مگر اسکا یہ منشا نہین کہ بلا ضرورت تعدد ازدواج جایز رکھا جاوے جیساکہ سورہ نساء کی اس آیت سے ثابت کیا گیا ہے جس مین تعدد ازدواج کی اجازت دیگئی ہے۔ اسی آیت کے آخری الفاظ سے اور بھی اس بات کی تصریح ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنے کے بعد

کہ اگر تمھین یہ اندیشہ ہو کہ عدل نہین کر سکو گے تو ایک ہی بی بی پر کفایت کرو اللہ تعالے فرماتا ہے ذلک ادنی الا تعولوا یعنی یہ تدبیر (کہ ایک ہی بی بی پر کفایت کیجاوے) نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے بہتر ہے اصل بات یہ ہے کہ تعدد ازدواج کے مسئلہ مین بہت ساری مشکلات ہین ایکطرف تو انسانی ضروریات ہین جن کو کوئی سچا مصلح یونہی رد نہین کر سکتا اور دوسری طرف وہ خطرات ہین جو تعدد ازدواج کے متعلق کوئی روک نہ ہونیسے پیدا ہو سکتے ہین ان مشکلات کے درمیان اسلام نے وسط کا راہ اختیار کیا ہے یعنی تعدد ازدواج کو بند تو نہین کیا مگر چونکہ اس سے عورتونکے ساتھ نامنصفانہ برتاؤ کا اندیشہ تھا۔ اسلئے ساتھ یہ قید لگا دی ہے کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ عدل نہ کر سکیگا۔ وہ تعدد ازدواج نہ کرے بلکہ ایک ہی بی بی پر کفایت کرے۔ اور پھر آیت کے اخیر پر یہ کہا ہے کہ بہتر اور انسب تجویز یہی ہے کہ سوائے اسکے جو کسی شخص کو ضرورت ہو وہ تعدد ازدواج کی اجازت سے فایدہ نہ اٹھاوے۔ اسی مضمون کے متعلق آگے چلکر اسی سورہ شریفہ مین اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ ط وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورًا رحیما۔ (النساء - ۱۲۹) جسکا مطلب یہ ہے کہ تم ایسی طاقت نہین رکھتے کہ عورتونکے درمیان پورے پورے عدل پر قادر ہو خواہ تمھارا دل بھی چاہتا ہو لیکن اگر دوسری بی بی کی ضرورت آ بھی پڑی ہے تو ایسا نہ کرنا کہ بالکل ایک ہی طرف کو جھک جاؤ اور دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو کہ نہ وہ خاوند والیوں مین داخل ہو اور نہ انمین جنکے خاوند نہین اور اگر موافقت کر لو اور تقوے اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کے الفاظ بہت قابل غور ہین کیونکہ اسمین تعدد ازدواج کے دونون پہلوؤن پر غور کیا گیا ہے۔ اس سے ایک ایسی حالت معلوم ہوتی ہے کہ گویا تعدد ازدواج کی ضرورت اور اس عدل کے قایم رکھنے مین جو قرآن شریف چاہتا ہے ایک جھگڑا ہے یعنی ایک طرف ضرورت اجازت کو چاہتی ہے اور دوسری طرف پورا عدل قایم رکھنے کے مشکلات ہین اس جھگڑے مین یہ آیت بطور فیصلہ کے ہے۔ عدل کے بارہ مین یہ آیت کہتی ہے کہ تمام انسان یہ طاقت تو رکھ نہین سکتے کہ پورا عدل کرنے پر قادر ہون پھر کیا تعدد ازدواج کی ممانعت کی گئی۔ نہین بلکہ ضرورت کو بھی تسلیم کیا گیا اور ساتھ یہ شرط لگا دی کہ ایسا نہ ہو کہ پھر ایک ہی طرف کو جھک پڑو بلکہ جہانتک انسانی طاقت مین ہے عدل کیا جاوے پھر جو نقص رہ جاوے گا اللہ تعالے اسکو بخشدیگا بشرطیکہ آدمی تقوے اختیار کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کو معمولی بات نہین سمجھا گیا کہ جو چاہے اسے اختیار کر لے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر عدل کی شرط کو اسطرح پھر نرم نہ کیا جاتا بلکہ ضرور تھا کہ اس صورت مین یہ کہا جاتا کہ جب تم اپنی خواہش سے ایک کام

کہتے ہو کہ کسی ضرورت کے سبب یا مجبور ہو کر اور تم شرط کو پورا نہیں کر سکتے تو پھر اس کام کو کیوں کرتے ہو۔ ہم نے تو عدل کی شرط لگائی ہے پس جو شخص عدل کرنے پر قادر ہے خواہ اسے ضرورت ہو یا نہ ہو وہ ایک سے زیادہ بیبیاں کر سکتا ہے مگر کلام الٰہی یہاں اس طرح واقع ہوا ہے کہ گویا انسان... کسی مجبوری میں پھنسا ہوا ہے اسلیے اللہ تعالےٰ بھی اس سے نرم سلوک کرتا ہے یعنی جبکہ سے واقعی تعدد ازدواج کی ضرورت پیش آئی ہے اور اسنے اپنے آپ کو پورا قادر بعدل کرنے پر نہیں پایا ہے تو چونکہ وہ ضرورتاً ایک کام کو کرتا ہے جسکی اجازت خدا نے دی ہے پس اللہ تعالےٰ بھی اس سے نرم سلوک کرتا ہے اور جو کوئی نقص بتقاضائے فطرت انسانی واقع ہوا ہے اللہ تعالےٰ معاف کر دے گا ساتھ ہی اسی جگہ تقوے کی شرط بھی لگا دیگئی ہے۔ کیونکہ اگر ایک شخص نے تقوے کی ضرورت کو مدنظر رکھکر ہی نکاح ثانی کیا ہے تو اسپر چھوٹی چھوٹی باتونکی جو اسکی طاقت سے باہر ہیں کوئی گرفت نہیں انسان تقوے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اسکے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ غفران الٰہی کا مستحق بھی وہی شخص ہے جو کسی طرح سے قابل معافی ہو اور تعدد ازدواج کی صورتمین انسان اس وقت بیشک قابل معافی ہے جب وہ ضرورت کیلیے تعدد ازدواج کرتا ہے۔ اس آیت سے یہ صاف شہادت ملتی ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت قرآن شریف صرف ضرورت کیلیے ہی دیتا ہے۔ قرآن شریف کے اور کئی موقعونسے بھی یہی بات ثابت ہے جیسا کہ آیت والذین ھم عن اللغو معرضون سے ظاہر ہے کیونکہ بلا ضرورت کسی فعل کا کرنا لغو مین داخل ہے اور لغو سے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے۔ پس ہر ایک پہلو سے غور کر نیسے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن شریف عام طور پر یہی چاہتا ہے کہ ایک ہی بی بی سے نکاح کیا جاوے ہان ایسی انسانی ضرورتونکے لیے جنسے انکار نہیں ہو سکتا تعدد ازواج کو جایز رکھتا ہے اور ایسے خاص حالات مین اسکی اجازت دیتا ہے۔

اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ان الفاظ پر غور کرنا ابھی باقی ہے۔ خود قرآن کریم اسکی تشریح ان الفاظ مین کرتا ہے۔ ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنٰت المؤمنٰت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیٰتکم المؤمنٰت واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض..... ذٰلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم (النساء - ۲۵) اور تم مین سے جسکو مسلمان بیبیونسے نکاح کرنیکا مقدور نہ ہو تو وہ ان مسلمان لونڈیونسے نکاح کر سکتا ہے جو تمہارے قبضہ مین آچکی ہین (یعنی کفار کے ساتھ جنگ مین بطور اسیر ونکے تمہارے ہاتھ لگی ہین اسی لیے ملکت ایمانکم کے الفاظ استعمال کیے ہین

یعنی جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے ہین -) اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو ...... یہ اجازت اسکے لیے ہے جسے بدکاری مین پڑنیکا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کیرو تو تمہارے حق مین بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" اس آیت سے دو باتین معلوم ہوتی ہین ایک تو یہ کہ جب ایک شخص اسقدر مقدرت نہ رکھتا ہو کہ مسلمان آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر سکے - تو اس صورت مین اسے مسلمان لونڈی کے ساتھ نکاح کرنیکی اجازت ہے - اگر اسکو یہ اندیشہ ہو کہ شادی نہ کرنیکی صورت مین وہ بدکاری مین مبتلا ہو جاوے گا - دویم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی بڑی ضرورت قرآن کریم کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تا انسان زنا مین یا اور بدکاریون مین مبتلا نہ ہو پس جو ضرورت نکاح کی ہے وہی ضرورت بدرجہ اولے تعدد ازدواج کی ہے - پس جب لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے مین بظاہر کوئی ہرج بھی معلوم نہین ہوتا اور قرآن کریم نے خود بھی اسکے متعلق یہی کہا ہے کہ بعضکم من بعض یعنی تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو پس کیا مضایقہ ہے کہ لونڈی کے ساتھ ہی نکاح کر لیا جاوے تاہم اسکی اجازت صرف اس صورت مین دی ہے جب کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ زنا مین مبتلا ہو گا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت بھی اسی لیے دی گئی ہے کہ تا انسان کسی بدکاری مین مبتلا نہ ہو -

قرآن شریف عورتون کے حقوق کی کس قدر نگہداشت کرتا ہے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کے متعلق جو آیت واقع ہوئی ہے وہ سورہ نسا مین واقع ہوئی ہے اور یہی سورت ہے جس مین عورتون کے حقوق وراثت کی نگہداشت قرآن شریف کرتا ہے اور انہین جایداد کے پیدا کرنے یا وصیت کرنے یا خرید و فروخت کرنے کے وہی اختیار دیتا ہے - جو مردونکو حاصل تھے - اور یون تعدد ازدواج کی اجازت دینے کے ساتھ ہی عورتونکو وہ حقوق دیتا ہے جو اسوقت تک دنیا کی کسی قوم نے نہین دیئے تھے اور جو اب بھی کلی طور پر عورتونکو حاصل نہین ہوے اس ترتیب آیات سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے کہ اسلام مین تعدد ازدواج کا منشا، سوسایٹی کی اصلاح اور عورتونکی حالت کو بہتر کرنا تھا - ایک اور پہلو سے غور کرنیسے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت مین اور خصوصاً اس موقعہ پر قرآن کریم کا منشا یہی ہے کہ عورتونکے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کیجاوے چنانچہ اس سورت کی سب سے پہلی آیت کو ہم اوپر نقل کر چکے ہین جسمین اللہ تعالے بار بار تقوے کی تاکید فرما کر یہ سمجھاتا ہے کہ اسکے احکام اور اجازتین صرف اسی غرض سے ہین کہ تا انسان سچے تقوے پر قایم رہے اور یہی غرض تعدد ازدواج کی اجازت دینے مین بھی

ہے مگر اس آیت میں ایک اور لفظ قابل غور ہے۔ کیونکہ جہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ واتقوا اللہ یعنی اللہ سے ڈرو اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ رحموں کا پاس بھی ملحوظ رکھو ان دونوں باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحموں کے تعلقات کو قرآن شریف کسقدر عظمت دینی چاہتا ہے کہ اسکا ذکر بھی تقوے کے ساتھ ہی کیا ہے گویا یہ بھی سچے تقوے کی ایک بڑی بھاری علامت ہے کہ انسان رحم کے تعلقات کو پورے طور پر قایم رکھے۔ ایک اور موقعہ پر بھی اسی طرح قرآن شریف نے اللہ تعالے کی فرمانبرداری کو والدین کی فرمانبرداری کے ساتھ ملحق کیا ہے اور اس جگہ بھی ان دونوں باتوں کو اکٹھا کرنے سے مقصد یہی ہے کہ تا والدین کے حقوق کی عظمت کو انسان سمجھیں۔ اسی عظمت کو اس جگہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے پر قرآن شریف کسقدر زور دیتا ہے اور یوں بیوی اور والدہ کے ذریعہ سے جو تعلقات پیدا ہوتے ہیں کہانتک انکی پاسخاطر کا حکم دیتا ہے۔ اسکے متعلق ایک واقعہ یاد آگیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مطہر قلب میں جسپر یہ وحی نازل ہوئی ان احکام کی کسقدر عظمت تھی اور اسکے پاک اخلاق کا دایرہ کسقدر وسیع تھا۔ جب حضرت عمر کے عہد میں اسلامی فوجوں نے مصر کو فتح کیا تو انکو حکم تھا کہ مصریوں کے ساتھ خاص طور سے نرمی سے سلوک کریں۔ جب سکندریہ کے بڑے پادری نے اسکی وجہ دریافت کی تو اسکو یہ جواب دیا گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مصر کے فتح ہونیکی بشارت دی تھی تو ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی تھی کہ مصریوں کے ساتھ بہت نرمی کیجاوے کیونکہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالے عنہا مصر سے آئی تھیں اور وہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی والدہ ہونیکے سبب سے کل عرب کی ماں تھیں جسپر پادری نے اقرار کیا کہ ایسے اخلاق سوائے سچے پیغمبر کے اور کسی کے نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ تعدد ازواج کی اجازت سے پہلے اور پیچھے عورتوں کے حقوق پر بہت زور دیا گیا ہے علاوہ ازیں اس حکم کا کہ رحموں کا پاس ملحوظ رکھو۔ یہ منشا بھی ہے کہ عورت کے رشتہ داروں کو کسی طرح دکھ نہ دیا جاوے اور چونکہ بلا ضرورت دوسرا نکاح کرنے میں ان لوگوں کو بھی دکھ پہونچیگا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت خاص ضرورتوں کے لیے ہے جب انسان یہ سمجھے کہ اسکا نہ کرنا اسکے لیے باعث گناہ ہوگا۔

تعدد ازواج کے مسئلہ سے بیجا فایدہ اٹھانے کو روکنے والی کیا چیز ہے

اب اس جگہ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو بلا ضرورت تعدد ازدواج کو روک سکتی ہے۔ ایک شخص یہ سوال کرے گا کہ کیوں تعدد ازواج کی اجازت کو مثلاً اس شرط سے وابستہ نہ کر دیا گیا کہ جس شخص کو ایسی ضرورت محسوس ہو وہ قاضی یا ایک عدالت کے سامنے اپنی ضرورت بیان کرے عدالت سے

اجازت حاصل کرنیکے بعد دوسرا نکاح کرے ایسی تجویزین دل خوش کرنیکے لیے تو اچھی ہین مگر سوال یہ ہے کہ عملی طور پر یہ کبھی چل بھی سکتی ہین اگر یہ ممکن ہے کہ خیالی قوانین عملی ضروریات کو پورا کر سکین تو ایسے سوالات کے اٹھانیسے بھی کوئی فایدہ ہو سکتا ہے - اگر ایک بی بی سے نکاح کرنا کسی عدالت یا گورنمنٹ کی اجازت پر منحصر نہین تو یہ فیصلہ کہ آیا وہ واقعات پیدا ہو گئے ہین یا نہین جنسے کسی خاص آدمی کو تعدد ازواج کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے وہی آدمی کر سکتا ہے جسکو ایسے واقعات پیش آوین اور دوسرے کسی شخص کی طاقت مین نہین کہ اسکا اندازہ کر سکے خواہ قاضی ہو...... اور خواہ عدالت ہو کیونکہ ان واقعات کا ہر مرد کی اندرونی زندگی سے اسقدر تعلق ہے کہ دوسرا آدمی کبھی پورے طور پر نہ اپنر مطلع ہو سکتا ہے اور نہ انکو سمجھ ہی سکتا ہے - پھر ایک اور امر قابل غور ہے کہ جب کوئی حکومت اس بات مین دخل نہین دیتی کہ کوئی مرد نکاح کرے یا نہ کرے تو کیا وجہ ہے کہ اس بات مین وہ دخل دے کہ وہ تعدد ازواج کرے یا نہ کرے کیون دونون صورتون مین ایک سے ہی حقوق اسکو نہ دیے جاوین جس صورت مین تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کا جوڑ ضروری امر ہے اور تجرد باعث نقصان ہے تو جو شخص تجرد اختیار کرتا ہے اسکو کیون مجبور نہین کیا جاتا کہ وہ ضرور نکاح کرے حالانکہ جو شخص نکاح نہین کرتا اس سے اسوجہ سے کہ وہ کسی فعل بد کا مرتکب ہو سوسائیٹی کو بہت زیادہ نقصان پہنچنے کا احتمال ہے بہ نسبت اسکے جو کوئی شخص بلا ضرورت تعدد ازواج اختیار کرے پس اگر پہلی صورتمین حکومت کا کسی شخص کو مجبور کرنا کہ وہ ضرور نکاح کرے داخل نا انصافی ہے تو پھر کسی شخص کو اسبات پر مجبور کرنا کہ وہ تعدد ازواج نہ کرے اس سے بھی بڑھکر نا انصافی ہے لیکن یہانپر اس سوال پر ہم عام طور پر بحث کرنا نہین چاہتے کیونکہ سوال کے اس حصہ پر بحث کی اصلی جگہ اس مضمون کا تیسرا حصہ ہے اس جگہ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ قرآن شریف نے تعدد ازواج کو مشروط بہ ضرورت کرنیکے لیے کیا تجویز کی ہے - سب سے پہلے مالی حالات کا لحاظ ضروری ہے - شریعت اسلامی نے خاوند پر بعض ایسی مالی مجبوریان ڈالی ہین کہ اسکے لیے اس بارہ مین حد سے بڑھنا سخت مشکل کام ہے مثلاً مرد کے لیے ضروری ہے کہ عورت کا حق مہر ادا کرے اور نیز اسکو نان ونفقہ دے اسلامی شریعت کا یہ منصفانہ اور دور اندیشی کا اصول عورت کو محنت اور تکلیف سے بچاتا ہے اور اسکے قدرتی فرائض کو جو بچہ جننے اور پالنے کے متعلق ہین ایک اعلے درجہ کی خدمت تصور کرکے انکا ایک معاوضہ نان ونفقہ کی صورتمین دیتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی کو عورت کے حقوق کی کسقدر رعایت ہے کیونکہ خاوند کیلیے اسبات کو لازمی قرار دینے سے کہ وہ عورت کو گزارہ دے شریعت نے عورت کو سخت محنت

اور مزدوری کے کاموں سے نجات دیدی ہے بلکہ یہ اسے قدرت نے بنایا بھی نہیں۔ مہر اور نان ونفقہ کی ادائیگی ایک ایسا ضروری امر ہے کہ قرآن شریف نے صاف الفاظ میں ان لوگونکو جو ایسی استطاعت نہیں رکھتے نکاح کرنیسے منع کیا ہے اور تقوے قایم رکھنے کیلیے انکو روزے رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ معمولی حالات کے نیچے عام آدمیونکو اسقدر وسعت ہرگز نہیں ہوتی کہ وہ دو دو بیبیونکے اخراجات کو برداشت کرسکیں۔ پس یہ بوجھ جو خاوند پر ڈالا گیا ہے اسکی راہ میں ایک ایسی روک ہے کہ بلا ضرورت وہ دوسرا نکاح نہیں کریگا۔ بعض مفسرین نے جنمیں امام شافعی بھی داخل ہیں۔ ذلک ادنی الا تعولوا کے معنے بھی اسی کے مطابق کیئے ہیں وہ اسکے معنے کرتے ہیں کہ ایک ہی نکاح تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم بہت عیالدار نہ ہوجاؤ اور اس طرح پر تمہاری مالی مشکلات نہ بڑھ جاویں۔ اب سوچ کر دیکھ لینا چاہیئے کہ جس حالت میں تعدد ازدواج کے لیے شریعت نے یہ ذمہ داریاں رکھ دی ہیں تو ایک شخص جسکی غرض محض شہوت رانی ہے کب اسقدر بوجھ کو اٹھا سکتا ہے ایسے لوگونکے لیے تو آسان طریق زناکاری ہے جس میں نہ کوئی مہر نہ نان ونفقہ نہ بچونکی پرورش کی ذمہ داری۔ پھر شریعت اسلامی یہ بھی چاہتی ہے کہ جو شخص دوسرا نکاح کرے وہ دونوں بیویوں میں پورا عدل قایم رکھے اور اس شرط کو بھی ایسا ضروری ٹھہرایا گیا ہے کہ صاف الفاظ میں یہ کہدیا گیا ہے کہ جسکو یہ اندیشہ بھی ہے کہ میں عدل کو قایم نہیں رکھ سکونگا اسکو نہیں چاہیئے کہ وہ تعدد ازواج اختیار کرے پس یہ ایک دوسری روک ہے کہ کوئی شخص بلا ضرورت تعدد ازواج نہ کرے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم صاف الفاظ میں یہ بھی فرماتا ہے کہ ان لوگونکی خاطر کو جنکے آدمی کے ساتھ رحم کے تعلقات ہیں اچھی طرح مدنظر رکھا جاوے اور کوئی ایسا فعل بلاوجہ اور ضرورت نہ کیا جاوے جو انکو دکھ دینے کا موجب ہے۔ یہ ایک تیسری روک ہے ایسا ہی مختلف انسانونکو مختلف حالات کے نیچے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جو انکو بلا ضرورت تعدد ازواج کیطرف مایل ہونیسے روکتے ہیں اور ان سب کی تصریح اسجگہ ضروری نہیں۔

کیا ابتدائی اسلامی سوسائیٹی میں بلا ضرورت تعدد ازواج جایز تھا؟

مذکورہ بالا دلایل سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ تعدد ازواج کے مسئلہ سے صرف خاص حالتوں میں اور ضرورت کیوقت ہی فایدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت جذبات شہوانی کی محرک نہیں بلکہ بسبب اپنی کثیر ذمہ داریوں کے جذبات شہوانی کو بہت حد تک دبانیوالی ہے۔ بعض یہ خیال کیا کرتے ہیں کہ ابتدائی اسلامی سوسائیٹی میں تعدد ازواج کی اجازت بے

بلا ضرورت فایدہ اٹھایا جاتا تھا مگر یہ ایک غلطی ہے جو اصلی واقعات کی لاعلمی سے پیدا ہوتی ہے یہ مسلم امر ہے کہ عرب کی مختلف اقوام کثرت سے خانہ جنگیوں مین گرفتار تھین اور دو افراد مین جو دو مختلف قومونکے ہون ایک معمولی جھگڑے کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ ہزارہا جانین ضایع ہوجاتی تھین یہی وجہ تھی کہ باوجود دخترکشی کی رسم کے عورتون کی تعداد مردونسے بہت بڑھی ہوئی تھی جیسا کہ اسوقتمین تعدد ازدواج کی رسم سے صاف ظاہر ہوتا ہے اسلام کی پیدایش کے ساتھ کچھ اور مشکلات بھی پیدا ہوگئین اول اول تو اسکے دشمنون نے طرح طرح کی ایذا رسانیوں سے یہ کوشش کی کہ اسلام کو نیست و نابود کیا جاوے مگر جب یہ کوششین کارگر نہ ہوئین اور مسلمانون کی تعداد دن بدن بڑھنے لگی تو وہ آخر جنگ پر اتر آئے اور نئے مذہب کو تلوار سے نیست و نابود کرنا چاہا۔ ان مشکلات کے اندر اسلام کو بھی اپنی حفاظت کیلیے تلوار اٹھانی پڑی تاکہ ان لوگونکو جنہون نے تلوار سے حق کو نیست و نابود کرنا چاہا تھا تلوار سے ہی سزا دیجاوے۔ اس جنگونکے سلسلہ مین جو اس طرح شروع ہوا سینکڑون بلکہ ہزارون جانین تلف ہوئین اور اس طرح سے مردونکی تعداد اور بھی کم ہوگئی اور عورتون کی تعداد بڑھ گئی۔ اسکا علاج سوائے تعدد ازدواج کے اور کچھ نہین ہوسکتا تھا کیونکہ مسلمانونکے تمام تعلقات اپنے رشتہ دارونسے کٹ چکے تھے اور یہ ممکن نہ تھا کہ مسلمانون اور کافرونکے درمیان شادیان ہوسکین۔ ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی مین تعدد ازدواج کی ایک بڑی بھاری ضرورت پیدا ہوگئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ان پہلے مسلمانون مین تعدد ازدواج کا رواج کسیقدر زیادہ تھا۔ ان واقعات کو نہ صرف ان مصنفین نے ہی نظرانداز کیا ہے جنہون نے امیر علی اور دلاور حسین کی طرح تعدد ازدواج کو برا کہا ہے بلکہ اس الزام کے نیچے وہ لوگ بھی ہین جو بظاہر تعدد ازدواج کے حامی ہین اور اسکو انسانی سوسائٹی کیلیے ضروری ٹھہراتے ہین۔ جیسے سرسید احمد خان مرحوم مگر ساتھ ہی اس بات پر اظہار خوشی کرتے ہین کہ تعدد ازدواج اب اس کثرت سے مروج نہین جس کثرت سے اسلام کے ابتدائی دنون مین تھا جس سے صاف یہ منشاء انکا معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت گویا تعدد ازدواج بلا ضرورت ہی کیا جاتا تھا۔ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی باقی عرب سے کٹ کر ایسی الگ ہوچکی تھی کہ ناطہ وغیرہ کے تمام تعلقات منقطع ہوچکے تھے اور مسلمان عورتونکا کافرونکے ساتھ نکاح کرنا ناممکن ہوگیا تھا یہ ایسی باتین ہین جن کی بنا مسلم الثبوت واقعات پر ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض تعدد ازدواج مین کیا تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاحونکے متعلق بڑی غلط فہمی ہوئی ہے آپکے نکاح جن کی اصل غرض یا تو محض ہمدردی اور ترحم تھا اور یا مختلف قومونکو ایک کرنا اور جنمین علاوہ انکے اور کئی

ملکی مصالح اور نیک دینی اغراض تھین۔ انکی بنا نفسانی خواہشات بتائی جاتی ہین یہ امر مسلم ہے کہ جسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ برس کی عمر مین نکاح کیا تو آپ عفت اور پرہیزگاری مین تمام عرب مین مشہور تھے پھر اسکے بعد پچیس سال تک یعنی جبتک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا زندہ رہین آپنے دوسری بی بی سے نکاح نہین کیا۔ حالانکہ عرب مین تعدد ازدواج کی رسم بلا قید کسی شرط کے مروج تھی ان لوگونکا جو ناحق نیک افعال مین بد اغراض تلاش کرتے ہین۔ یہ فرض ہے کہ وہ اسکا سبب بھی تلاش کرین کہ کیون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پچپن سال کی عمر تک یعنی اس عمر تک جب آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ ایک سے زیادہ بی بی سے نکاح نہ کیا۔ اگر نفسانی خواہشات کسیوقت ایک شخص کے دل پر غلبہ پا سکتی ہین تو وہ جوانی کا وقت ہوتا ہے جب جذبات جوانی جوش مین ہوتے ہین مگر اس جوانی کے وقت مین آپنے ایک بی بی پر ایسا اکتفا کیا کہ جسوقت قریش نے جمع ہو کر آپ کو یہ کہا کہ آپ بت پرستی کو برا کہنا چھوڑ دین۔ تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہین اور خوبصورت سے خوبصورت عورتین آپکے نکاح کرنیکے لیے حاضر کرتے ہین تو آپنے کچھ بھی پروا نہ کی بلکہ یہی کہا کہ اگر سورج کو میرے داہنے اور چاند کو بائین ہاتھ رکھدیا جاوے تو بھی مین اس تبلیغ کو نہین چھوڑ سکتا جسپر اللہ تعالے نے مجھے مامور کیا ہے اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ نفسانی خواہشات کے غلبہ کا وقت جوانی کا وقت ہے اور چونکہ آپکے اس زمانہ کی نسبت آپکے سخت ترین دشمنونکو بھی اقرار ہے کہ آپ اسوقت طہارت پاکیزگی اور عفت کا نمونہ تھے اسلیے یہ الزام کہ نفسانی خواہشات کو پورا کرنیکے لیے آپنے شادیان کین آپ کی ذات عصمت مآب پر سخت بہتان ہے۔

ان نکاحون مین آپ کی اغراض کیا تھین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانے اور آخری زمانے کے حالات مین بڑا بھاری تغیر واقع ہو چکا تھا ابتدائی سالون مین جب مکہ مین آپنے تبلیغ شروع کی تو اگرچہ کفار کیطرف سے مسلمانونکو طرح طرح کے دکھ اور اذیتین پہنچتی تھین مگر رشتہ داری کے تعلق بکلی منقطع نہین ہو چکے تھے۔ خصوصاً ایسے لوگ جو ذی وجاہت تھے وہ نسبتاً کفار کے حملونسے محفوظ تھے اور ان سے تعلقات بھی رکھتے تھے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی ایک کافر سے بیاہی ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالے عنہ کی لڑکی عایشہ کی منگنی بھی ایک کافر کے لڑکے جبیر ابن مطعم سے ہوئی ہوئی تھی۔ مگر مطعم نے بدینوجہ انکار کیا کہ اس تعلق سے خوف ہے کہ لڑکا نئے دین مین چلا جایگا اسکے بعد ہی حضرت عایشہ رضی اللہ تعالے عنہا کا نکاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اگرچہ ابتدا مین ایسے تعلقات تھے مگر آہستہ آہستہ یہ تعلقات بالکل

منقطع ہوچکے تھے اور کسی مسلمان عورت کا کفار کے ہاتھ مین پڑجانا اسکے لیے ہلاکت کا موجب تھا پھر آپ کی ہجرت سے رہے سہے تعلقات بھی کٹ گئے پس مسلمان لڑکیون یا بیوہ عورتون کیلیے ضروری تھا کہ مسلمان خاوند ہی ہون۔ ان واقعات کو مدنظر رکھکر ہمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاحونکو دیکھنا ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہین کہ سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے آپ کی ساری بیویان بیوہ عورتین تھین۔ انکو ہم... الگ الگ جماعتو پر تقسیم کرتے ہین۔ اول وہ عورتین جنہون نے اپنے خاوندونکے ساتھ حبش یا مدینہ کیطرف ہجرت کی تھی اور دوسری وہ عورتین جو کسی قوم کے سردار کی لڑکیان یا بیوہ تھین اور جنکے خاوند لڑائیون مین مارے گئے ان کا ذکر ہم اس ترتیب سے کرتے ہین جس ترتیب سے انکے نکاح ہوئے۔ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپنے ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالے عنہا سے نکاح کیا۔ سودہ اور اسکا خاوند ابتدا مین ہی ہجرت کرکے حبش کو چلے گئے تھے اور اسی جگہ وہ بیوہ ہوگئین۔ واپس آنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کیا اسکے بعد ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالے عنہا سے آپکا نکاح ہوا۔ یہ حضرت عمر کی لڑکی تھین انہون نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کی۔ جب آپ بیوہ ہوگئین تو حضرت عمر نے پہلے حضرت عثمان کو اور پھر حضرت ابوبکر کو آپ سے نکاح کرنیکے لیے کہا مگر ان دونون نے انکار کیا اسکے بعد آپ کا نکاح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ حضرت عمر کا خود حضرت عثمان اور ابوبکر کو کہنا صاف بتاتا ہے کہ مسلمانونکو کسقدر مشکلات تھین۔ اسکے بعد ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا ہین۔ وہ بھی اپنے خاوند کیساتھ اس پہلے گروہ مین شامل تھین جو سب سے اول کفار کے ظلم سے تنگ آکر حبش کو ہجرت کر گیا۔ ام سلمہ کے خاوند کی موت کا موجب ایک زخم ہوا جو انکو ایک لڑائی مین لگا تھا۔ ام سلمہ کے بعد ام حبیبہ سے آپنے نکاح کیا۔ یہ قریش کے مشہور سردار ابوسفیان کی لڑکی تھین۔ آپ مع اپنے خاوند کے اس دوسرے گروہ مین شامل تھین جو ہجرت کرکے حبش کو چلا گیا تھا۔ وہان انکا خاوند عیسائی ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد مر گیا لیکن وہ اسلام پر قایم رہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین اس کے بعد آپکا نکاح ام المومنین زینب بنت حجش سے ہوا اسپر ہم آخیر مین غور کرینگے۔ اسکے بعد ام المومنین زینب سے نکاح ہوا جو ام المساکین کے نام سے مشہور ہین آپ کا خاوند احد کی جنگ مین شہید ہوگیا تھا۔ آپ خود بھی نکاح سے دو تین ماہ بعد ہی فوت ہوگئین۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالے عنہا بھی مہاجرات مین سے تھین اور بیوہ ہونیکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین۔ اب اس فہرست سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسقدر عورتین آپکے ازواج مطہرات مین شامل ہوئین

وہ سب کی سب ایسی تھین جو ابتدا مین ہی مسلمان ہوئی تھین اور آخر کفار کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھا کر جلاوطنی اختیار کرکے دوسرے ملکو مین انہون نے پناہ لی۔ وہ سب کی سب قریش کے شریف خاندانونسے تھین۔ ایک طرف تو وہ اپنے گھر بار کو چھوڑ چکی تھین اور اپنی جائیداد اور آسائش کو قربان کرکے صرف دین کیخاطر جلاوطنی قبول کی تھی۔ اب دوسری مصیبت یہ آپڑی کہ انکے خاوند جو محنت مشقت کرکے انکو کھلاتے تھے وہ بھی یا مر گئے یا جنگون مین شہید ہوگئے۔ اس بیکسی کی حالت مین ان کی تکالیف کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ کیا جایز تھا کہ ان عورتون کو کفار کیطرف واپس بھیجدیا جاتا تاکہ وہ طرح طرح کے دکھ دیکر انکو مار ڈالتے یا کیا یہ درست تھا کہ انکو بغیر خبر گیری کے چھوڑ دیا جاتا تا خود وہ خستہ حال ہوکر تباہ ہوجاتین نہین نہین اسلام یہ نہین چاہتا تھا کہ ان لوگونکو جنہون نے مذہب اور دین کی خاطر طرح طرح کے دکھ اٹھائے تھے یون ذلت اور کس مپرسی کیحالت مین تباہ ہونیکے لیے چھوڑا جاتا یا خود اپنے ہاتھون اپنے دشمنون کے حوالے کردیا جاتا کہ جو ظلم چاہین ان پر کرین۔ ان کی اس بیکسی کی حالت پر رحم کھاکر ہی اس رسول کریم نے انکو اپنے ازواج مطہرات ہونیکا شرف بخشا تا جس عزت کو انہون نے گھر بار چھوڑکر دین کیخاطر چھوڑا تھا اس سے بھی دہ چند عزت انکو اس دنیا مین دیجاوے۔ یاد رہے کہ اس جگہ ہمنے اس سوال کے کہ آنحضرت کی اغراض ان نکاحون مین کیا تھین صرف ایک پہلو پر غور کیا ہے کیونکہ مضمون اسقدر وسیع ہے کہ بجائے خود ایک رسالہ کا محتاج ہے اور مفصل بحث اسجگہ اسپر نہین ہوسکتی۔

ملکی تعلقات اور وحدت کا قایم کرنا

ام المومنین جویریہ اور ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالٰے عنہما ان عورتون مین سے ہین جو قوم کے سردارونکی لڑکیان تھین اور جنگون مین گرفتار ہوکر مسلمانونکے قبضہ مین آئین۔ ان مین سے اول الذکر ایک کافر کی بیوہ تھین جو لڑائی مین مارا گیا۔ مال غنیمت مین وہ ثابت بن قیس کے حصہ مین آئین ثابت نے بہت سا روپیہ رہا کرنیکے معاوضہ مین ان سے مانگا جسے وہ دے نہ سکتی تھین چنانچہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین اور سارا قصہ آنحضرت کے روبرو بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ مین اپنی قوم کے سردار کی لڑکی ہون۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ اپنی قوم مین واپس جاوے تاکوئی اور فساد نہ ہو اور خود روپیہ دیکر آپ اس سے نکاح کرلیا۔ کیونکہ عربونکی غیرت یہ برداشت نہ کرسکتی تھی کہ ایک رئیس کی لڑکی ہوکر کسی کم درجہ کے آدمی کے نکاح مین جاوے۔ ام المومنین صفیہ خیبر کی لڑائی مین ہاتھ آئی تھین پہلے دحیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیدی عورتون مین سے ایک مجھے دیجاوے جسپر آپ نے اسکو کہا کہ جسے چاہوے لو۔ اس نے صفیہ کو چنا مگر لوگون نے آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ ایک سردار کی لڑکی ہے اور مناسب یہی ہے کہ آپکے سوا کسی دوسرے کے قبضہ مین
وہ آوے یا نکاح کرے اسپر آپنے اس سے نکاح کیا۔ ان دونون نکاحون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ تا اس ایک تعلق سے وہ کل کی کل قوم فساد سے رک جاوے
اور اس طرح پر وہ قومین جن کی عمرین جنگون مین گذرتی تھین ایک ہوجاوین۔ یہ امر کہ اس ذریعہ سے
آپنے پوری کامیابی حاصل کی ایسا بدیہی اور صاف ہے کہ جسکے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین۔

ام المومنین زینب بنت جحش کا نکاح

اب اس مضمون کو زینب بنت جحش رضی اللہ تعالے عنہا کے ذکر سے ختم کرتے ہین۔ زینب پہلے زید کے نکاح مین تھین
اور نہ صرف اس وجہ سے قابل رحم تھین کہ آپنے ابتدا مین ہی اسلام لا کر طرح طرح کی تکالیف برداشت
کین اور ہجرت کی بلکہ اس وجہ سے بھی کہ آپ کا نکاح زید کے ساتھ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی
کرایا تھا لہذا ان کی طلاق اور بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رحم اور شفقت کے بڑھانیکی وجہ
ہوگئی اسکے علاوہ آپ کا بہت قریبی تعلق رشتہ داری کا بھی آنحضرت سے تھا اسکے متعلق مفصل مضمون
ہمنے اس رسالہ کی کسی گذشتہ اشاعت مین لکھا ہے۔ ناظرین وہان سے دیکھ لین اس جگہ ہم ایک عیسائی
کے الفاظ اسکے متعلق نقل کرتے ہین۔ باسورتھ سمتھ اپنے لکچرون مین جو اس نے اسلام اور بانی اسلام پر
دیئے ہین کہتا ہے "مگر اس واقعہ کے تمام حالات پر پورا پورا تدبر کرنیکے بعد مین اطمینان سے اس
نتیجہ پر پہنچتا ہون کہ جس رنگ مین عیسائی اسکو پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے ایام جہالت کے عربون
مین اس نکاح نے شور ضرور پیدا کیا۔ مگر نہ اسلیے کہ کبھی انکو یہ شک ہوا ہو کہ آپنے سازش کر کے
زینب کو طلاق دلوائی ہے بلکہ اس لیے کہ وہ متبنی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور اسلیے اس نکاح
کے متعلق ان کا یہ خیال تھا کہ وہ ایک ایسی عورت سے ہوا ہے جو آدمی کیلیے حرام ہے۔ اس حدبندی کو محمد
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیوجہ سمجھا اور اپنے نکاح سے اسکو ہمیشہ کیلیے دور کر دیا نہ صرف اپنے فایدہ کے لیے
بلکہ تمام عرب کے فایدے کیلیے" پھر حاشیہ مین ہی مصنف لکھتا ہے "یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے متعدد نکاحونکی وجہ جہان کوئی اور غرض بھی ہوسکتی ہے اس کی ایک تشریح یہ بھی ہوسکتی
ہے کہ ان عورتونکی بیکسی کی حالت پر ترحم کر کے آپ انکو نکاح مین لائے۔ وہ قریبًا سب کی سب بیوہ
تھین جو نہ اپنی خوبصورتی کیلیے اور نہ ہی مالدار ہونیکی وجہ سے مشہور تھین بلکہ انکی حالت اس سے
برعکس تھی۔ جب ہم اس بات کو مدنظر رکھین اور ساتھ ہی یہ بھی غور کرین کہ کس طرح آپنے ایک مدت
تک ایک بیوی سے تجاوز نہین کیا یہانتک کہ آپ پچاس سال کی عمر تک پہنچ گئے تو اس سے اور بھی

تائید اس بات کی ہوتی ہے کہ زینب کے قصے مین یا آپکے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے یا آپ پر بہتان لگایا گیا ہے۔ بہرحال یہ ایک یقینی امر ہے کہ اگر زید کو وہی شک ہوتا جو عیسائی کرتے ہین یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اسکی بیوی کی محبت کو اس سے توڑا ہے تو وہ جس صبر اور استقلال سے ایک پرجوش اور مخلص مرید کی طرح مرتے دم تک آپکی خدمت کرتا رہا یہ ہرگز نہ ہوتا"۔ (باقی آیندہ)

بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام

اس عنوان کے نیچے ایک دلچسپ مضمون نیویارک ایک یہودی میگزین کے فروری کے پرچہ مین نکلا ہے۔ راقم مضمون نے بڑی قابلیت سے اس سوال پر یہودیون اور غیر یہودیونکی رائے پر بحث کی ہے وہ لکھتا ہے کہ "وقتاً فوقتاً ان گم شدہ اقوام کی کبھی دنیا کے کسی کونے مین پائے جانے اور کبھی کسی کونے مین پائے جانیکے متعلق خبرین سنی جاتی ہین مشکل سے کوئی سال ایسا گذرتا ہے کہ جب کوئی نہ کوئی سیاح جسکا وہم اسکی قوت فیصلہ پر غالب آجاتا ہے یہ کہانی لیکر مہذب ممالک مین واپس نہین آتا کہ کس طرح اس نے گم شدہ اقوام اسرائیل کو کسی عجیب و غریب دنیا کے کونے مین دریافت کیا اور جب کبھی کوئی غیر مشہور جگہ خاص طور پر پبلک کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو سب سے پہلی کہانی جو اسکے متعلق سنائی جاتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ اسکے باشندے بنی اسرائیل کے خاندان سے ہین چنانچہ گذشتہ چند ماہ کے اندر قریباً ایک درجن ریاستون مین یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ جاپانی لوگ بنی اسرائیل مین سے ہین۔ پھر اسکے بعد یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملک تبت مین بھی بنی اسرائیل ہی جاکر آباد ہوئے ہین چند سال کا عرصہ ہوا جب دنیا کی آنکھین جنوبی افریقہ کی طرف لگی ہوئی تھین تو اسوقت یہودیون اور ہاٹن ٹاٹ اقوام کے درمیان مشابہت پر زور دیا جاتا تھا۔ سترھوین صدی عیسوی کے نصف مین انگریزی پبلک مین دو فریق ہوگئے تھے جن مین اس امر کی تائید اور تردید مین مباحثات کا زور شور تھا کہ آیا براعظم امریکہ کے اصلی باشندے اسرائیلی نسل سے ہین یا نہین چین۔ افغانستان اور مصر امین بنی اسرائیل کے آباد ہونیکے قطعی اور یقینی ثبوت بہم پہونچائے گئے ہین۔ بعض لوگون نے یہ بھی یقین دلانا چاہا ہے کہ انگریز یا برینڈ کے باشندے اور بعض دوسری یوروپین اقوام اسرائیل کی نسل سے ہین۔"

یہودی قصون اور روایتون پر بحث کرنے کے بعد راقم مضمون اس رائے پر غور کرتا ہے کہ افغان بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام ہین اور اس رائے کو دوسری سب راؤن پر ترجیح دیتا ہے اس حصہ مضمون پر مکمل بحث نہین کیگئی مگر راقم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ رائے صحیح اور مضبوط واقعات پر مبنی ہے اور جو روایات اسکے متعلق ہین وہ بھی دوسری روایات سے زیادہ قابل اعتبار ہین سب سے بڑی شہادت اس رائے کی صحت کی یہ ہے کہ بہت سارے مقامات کے نام جو افغانستان کشمیر اور تبت مین واقع ہین قدیم فلسطین کے نامون سے بہت ہی ملتے جلتے ہین جسپر مفصل بحث اس رسالہ مین گذشتہ سال مین کیگئی تھی۔ مگر راقم مضمون اس سے بیخبر معلوم ہوتا ہے وہ لکھتا ہے۔ "بہت ساری اور رایون مین سے جو بنی اسرائیل کو مختلف اقوام کے ساتھ ملاتی ہین مین صرف دو پر بحث کرنا چاہتا ہون جن مین افغانون اور نسطوری فرقہ کے عیسائیون کو بنی اسرائیل کی نسل سے کہا گیا ہے۔ یہ دونون رائین یقیناً اور سب رایونسے زیادہ معقول اور مدلل ہین اور جن روایتون پر انکی بنا رکھی گئی ہے وہ بہت کچھ قابل وقعت ہین۔ افغانونکا اپنا یہ بیان ہے کہ وہ ملک سالوت یعنی بادشاہ ساؤل کی نسل سے ہین انمین یہ روایت چلی آتی ہے کہ اسرائیل اور امالیق کے مابین ایک جنگ تھا جس مین موخر الذکر غالب آئے لوٹ کے مال مین فاتحین کو تابوت بھی ہاتھ لگ گیا جسکو امالیق نے برباد کرنیکی کوشش کی۔ ......
شاہ ساؤل اسوقت ایک گلہ بان تھا اور جو گابین اسکے سپرد تھین انمین سے ایک اس سے گم ہوگئی اسکی تلاش کیلیے اسنے سموئیل سے مدد طلب کی اور اس نبی نے اسکے قد و قامت کو دیکھکر اسے اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا۔ کچھ عرصہ سلطنت کرنیکے بعد ساؤل دشمنونکی جنگ مین مارا گیا اور داؤد اسکا جانشین ہوا ساؤل کے دو بیٹون برخیا اور ارمیا نے داؤد کی ملازمت قبول کی اور داؤد علیہ السلام بھی ان سے محبت رکھتے تھے۔ برخیا کا ایک بیٹا تھا جسکا نام افغان تھا اور وہ خصوصاً اپنی شہ زوری مین یگانہ زمان تھا وہ اکثر کوہستان مین حملے کیا کرتا تھا جہان اسکی اولاد اسکے مرنیکے بعد آباد ہوگئی اور قلعے بنا لیے اور زمین کے مالک ہوگئے۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ یہودی حکومت کی تباہی کے بعد بخت النصر نے اسرائیلیون کو شہر غور مین جلاوطن کردیا تھا جو بامیان کے نزدیک واقع ہے۔ افغان نام افغانہ سے لیا گیا ہے جو انکا ایک سردار تھا اور برخیا کا پوتا تھا۔ افغان یہوواہ کے پرستار رہے یہانتک کہ اسلام کے آنے پر خالد یا خلیفہ نے انکو کفار کے برخلاف جنگ کرنیکیلیے بلایا۔ آج کل کے افغان اپنے آپکو بنی اسرائیل کہتے ہین اگرچہ یہودیونسے وہ سخت نفرت رکھتے ہین اور یہ قرین قیاس نہین کہ باوجود اس نفرت کے وہ اپنا تعلق یہودیونسے بلا وجہ بتلاتے

ہون۔ وہ یہودیون سے بہت امور مین مناسبت رکھتے ہین اور موسوی شریعت کے مطابق بڑے بھائی کی موت پر چھوٹا بھائی اسکی بیوہ کو نکاح مین لاتا ہے۔ افغانستان کے ایک بڑے حصّہ کے نام اور اس نام مین مطابقت معلوم ہوتی ہے جہان اسدراس کے قول کے مطابق یہ گم شدہ اقوام آکر آباد ہوئی تھین۔ علاوہ ازین ہمین کچھ شک معلوم نہین ہوتا کہ خواہ ان اقوام کے ایک حصہ کا کچھ ہی حال ہوا ہو ایک حصہ ضرور اسجگہ کے قریب ہی رہا ہوگا۔ جہان وہ قید کیے گئے تھے اور اس طرح پر افغانستان کے ایک بڑے حصہ مین آباد ہوگیا ہوگا۔"

کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے

ایک زمانہ وہ تھا جب یہ کہنا کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی او بہنین تھین انکی شان کی ہتک سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس بات کو ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ خدا کی مان نے فانی بچے جنے۔ مگر اب یہ صورت نہین کیونکہ عیسائی صاحبان نے اب تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کی سوائے مسیح کے اور اولاد بھی تھی لڑکے بھی اور لڑکیان بھی۔ مگر اس امر کو کہ حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے ابتک بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس بات کو انکی شان الوہیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا ہوکر وہ بیوی بھی رکھتے ہون اور حقوق زوجیت کو بھی ادا کرتے ہون حالانکہ شان الوہیت کو صدمہ پہنچانیوالی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بھوک بھی لگتی تھی اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ بلکہ انجیل مین تو لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد بھی آپکو بھوک لگتی تھی اور آپ کھانا کھاتے رہے اور ایسا ہی جب آپکو پیاس لگتی تو آپ پانی پیتے تھے پس جس شخص کو یہ دو بشری تقاضنے لگے ہوئے تھے وہ باقی بشریت کے تقاضوں سے خالی نہ ہوسکتا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف نے نہایت خوبصورت اور مختصر الفاظ مین انکی الوہیت کے بطلان مین صرف اسیقدر فرمایا ہے اور اسکو پھیلاؤ تو کئی جلدین دلایل کی تیار ہوسکتی ہین کہ کانا یاکلن الطعام یعنی حضرت مسیح اور انکی والدہ دونون کھانا کھاتے تھے پس جو شخص دو یا تین وقت روٹی کھاکر بھی خدا رہ سکتا ہے بیوی رکھنے سے اسکی کسر شان ہوسکتی ہے۔ مگر کلیسیا نے حضرت مسیح کے نکاح کے انکار پر اصرار کو ہی مفید سمجھا ہے۔ اور یہ کبھی خیال نہین کیا کہ اس انکار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کمال انسانی نہ تجرد مین ہے نہ نکاح اور ادائیگی حقوق زوجیت مین۔ علاوہ ازین اگر مسیح نے نکاح نہین کیا تو ہر ایک سچے

عیسائی کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے آقا اور مرشد کے نقش قدم پر چلے اور نہین تو یہ فایدہ تو اسکا ضرور ہوگا کہ اس طرح سے دنیا اس جھوٹے عقیدہ والونسے خالی ہوکر ایک غلط عقیدہ سے نجات پا جائیگی۔ ہان عیسائیونمین فرقہ مارمن ایسا پیدا ہوا ہے کہ اسکی تعلیم عیسائیونکے اس خیال پر پانی پھیرتی ہے۔

اخبار اگنا سٹک جرنل ۱۸ مارچ کے پرچہ مین ایک مضمون مارمنون پر لکھتا ہے جسکے اثنائے مین یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے صرف نکاح ہی نہیں کیا بلکہ ایک ہی وقت مین کم از کم انکی تین بیبیان ضرور تھین۔ عیسائی اس بات کا منہ پر لانا بہت برا سمجھتے ہین مگر برا ماننے کی اسمین کیا بات ہے حضرت مسیح کے وقت مین تعدد ازدواج کا عام رواج تھا۔ اور آپنے کبھی صراحتًا یا کنایتًا ایک لفظ بھی نہین کہا جس مین تعدد ازدواج کی مخالفت پائی جاتی ہو پس اگر وہ اسکے مخالف نہ تھے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے حامی تھے۔ پھر اسپر عمل کرنا کونسی تعجب کی بات ہوسکتی ہے۔ مارمنون کے پریزیڈنٹ ارسن ہائیڈ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اسنے اپنے وعظ مین جو ایک عام جلسہ مین ۱۸۵۴ء مین بیان کیا یہ کہا تھا "مریم اور مارتھا۔ اور دوسری عورتونکے متعلق جو مسیح کے ساتھ ساتھ رہتی تھین کیا کہنا چاہیئے پہلے زمانے مین اور یہ رواج آجتک چلا جاتا ہے۔ عورتین اپنے خاوندونکو لارڈ (آقا) کے نام سے پکارتی تھین جیسا کہ سایرہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ لفظ لارڈ (آقا) بعض زبانونمین لفظ ہسبنڈ (خاوند) کا مترادف ہے۔ اور ماسٹر (مالک) لارڈ (آقا) اور ہسبنڈ (خاوند) کے ایک ہی معنے ہین۔ جب مریم ہفتہ کے پہلے دن قبر پر آئی تو بجائے یسوع کے اس نے دو فرشتونکو سفید کپڑونمین دیکھا اور انہون نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیون روتی ہے اس نے جواب دیا اسلیئے کہ وہ میرے آقا (یعنی خاوند) کو لیگئے ہین اور مین نہین جانتی کہ انہون نے اسے کہان رکھدیا ہے اور جب وہ یہ کہہ چکی ... تو اسنے پھر کر دیکھا کہ یسوع کھڑا ہے مگر اس نے اسے پہچانا نہین۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیون روتی ہے اور کسے تلاش کرتی ہے اس نے اسے باغبان سمجھ کر کہا کہ اگر تو نے اسے یہانسے اٹھایا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے اسے کہان رکھا ہے اور مین اسے لیجاؤنگی۔ یسوع نے اسے کہا مریم۔ اس نے پھر کر دیکھا اور کہا ربونی یعنی اے میرے مالک۔ کیا یہ الفاظ اس محبت کو ظاہر نہین کرتے جو بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے ضرور کرتے ہین اور صاف طور پر ان یگانگت اور ہمدردی کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہین جو شوہر اور بی بی مین ہوتے ہین۔ محض اشتراک مذہب کی بنا پر ایسی محبت (ایک عورت اور مرد کے درمیان) ہرگز نہین ہوسکتی۔

اسکے بعد اور ثبوت حضرت مسیح کے نکاح کرنیکا اوراق انجیل سے ہی دیا گیا ہے اور اسکے لیے

انجیل یوحنا کے دوسرے باب کی ابتدائی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں ایک دعوت کا ذکر ہے جو کسی شادی کی تقریب پر ہوئی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس دعوت میں ایکطرف تو حضرت مسیح اور آپکی ماں شریک ہیں اور دوسری طرف آپکے حواری بھی اسمین شامل ہین دولہا کا نام تو نہین دیا گیا مگر ان قراین سے اسکے نام کی تعیین ایک حد تک ضرور ہو سکتی ہے وہ کون شخص ہو سکتا ہے جسکی خاطر ایک طرف تو حضرت مسیح کی ماں شامل دعوت ہوا اور دوسری طرف وہ لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے مذہبی طور پر آپسے تعلق پیدا کیا تھا یعنی آپکے حواری۔ ان دو فریقوں کے لیے ایک ہی جگہ جمع ہونیکے لیے باعث کشش سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ اسکے علاوہ وہ وجوہات ہین جو مارمن پریزیڈنٹ نے اپنے وعظ مین بیان کیے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ انجیل مین یہ لکھا ہے کہ "جب انکو شراب کی ضرورت ہوئی تو یسوع کی ماں نے کہا کہ شراب نہین رہی"۔ اگر یسوع کی ماں معمولی مہمانوں کی طرح اس دعوت مین آئی تھی تو اسکو شراب کے ختم ہو جانے پر کیوں تشویش ہوئی اور کیوں اس انتظام کی فکر پڑی کہ اور شراب مہیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمانداری کا انتظام اسی کی طرف سے تھا۔ اور حضرت مسیح کو خطاب کرکے کہنے سے یہ پتہ بھی لگتا ہے کہ یہ انہین کی شادی کی تقریب تھی "یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کچھ کام نہین میرا وقت ابھی نہین آیا۔ اسکی ماں نے نوکروں کو حکم دیا کہ جو کچھ یہ یعنی یسوع تمسے کہے تم وہی کرو"۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوکر مریم کے ہی تھے جنکو یہ حکم دیا گیا کیونکہ اگر وہ کسی اور کے نوکر ہوتے تو مریم کو یہ کہنے کا حق کیا تھا۔ علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکو اپنے بیٹے کا یہ جواب پسند نہین آیا اور اسلیے انہوں نے نوکروں کو کہا کہ جو یسوع کہتا ہے وہی کرو۔ گویا انکا منشا یہ تھا کہ مین اب دخل نہین دیتی تم جس طرح چاہو انتظام کرو۔ "اور وہاں چھ پتھر کے مٹکے تھے جو یہودیوں کی رسم کے مطابق رکھے ہوئے تھے اور انمین سے ہر ایک مین دو یا تین مشکین پانی کی تھین اور یسوع نے انکو کہا کہ ان مٹکوں کو پانی سے بھر دو۔ اور انہوں نے انکو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے انکو کہا کہ اب نکال لو اور دعوت کے منتظم کے پاس لیجاؤ۔ اور جب اس منتظم نے پانی کو جو شراب بنا دیا گیا تھا چکھا۔ اور اسکو معلوم نہین تھا کہ کہاں سے آیا ہے (مگر نوکروں کو جنہوں نے پانی نکالا تھا علم تھا) تو دعوت کے منتظم نے دولہا کو بلایا اور اسکو کہا کہ ہر ایک آدمی شروع مین اچھی شراب دیتا ہے اور جب لوگ اچھی طرح سے پی لین تو پھر وہ جو ناقص ہوتی ہے مگر تو نے اب تک عمدہ شراب دی ہے"۔ صاحبان انجیل کی اس عبارت سے صفائی سے پتہ لگتا ہے کہ اس موقعہ برات کا دولہا خود مسیح ہی تھا کیونکہ شراب کا مہیا کرنا دولہا کا کام تھا جیسا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے اور اس موقعہ پر شراب کا مہیا کرنیوالا خود یسوع تھا پس جسقدر کھلے لفظوں مین اناجیل کے مترجم اور کونسلین اس مطلب کو ادا کر سکتی تھین انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اصل راز بتا دیا ہے مین اس بات کو برا نہین سمجھتا کہ ابراہیم کا بیٹا کہلاؤں یا اپنی نجات دہندہ کا بیٹا یا بھائی یا اسکی نسل سے کہلاؤں اگرچہ مریم اور مارتھا اور بہت ساری اور عورتین اسکی بیویاں تھین اور اگرچہ اسنے انہین مین سے ایک مین سے سات شیطان بھی نکالے تھے میرے نزدیک یہ سب برابر ہے"۔

پردہ کے نہ ہونے کا ایک نقصان

لنڈن کے ایک رسالہ گرینڈ میگزین مین ایک مضمون "ہمارے ہسپتالونمین خطرناک امور" کے عنوان کے نیچے نکلا ہے جسکا ایک حصہ ہم نیچے نقل کرتے ہین۔ یہ مضمون ایک ایسے شخص کا لکھا ہوا ہے جو بحیثیت ایک میڈیکل پریکٹیشنر ہونیکے اس معاملہ مین ذاتی تجربہ رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"ہر ایک ہسپتال مین جس مین طبی کونسل نے تعلیم کا دیا جانا منظور کیا ہے۔ بیمارون کا علاج اصلی غرض نہین رہی بلکہ اس اصلی غرض کو طالب علمونکی تعلیم کے ماتحت کیا گیا ہے۔ اگر کوئی عورت پچیس یا تیس نوجوانون کے سامنے کپڑے اتارنے سے انکار کرے تو اسے فی الفور ہسپتال سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ کہنا بالکل حق ہے کہ ان ہسپتالونمین نوجوان لڑکیون اور عورتونکا جسمانی علاج سے فایدہ اٹھانا تو ایک شکی امر ہے مگر اس شکی فایدہ کیلیے انکی روحونکی ہلاکت یقینی ہے مین پوچھتا ہون کہ ایک نوجوان باحیا لڑکی کے اخلاق پر اس بات کا کیا اثر ہوگا جو ہسپتال مین کسی چھوٹی سی بیماری کے علاج کیلیے جاتی ہے مگر جب وہان پہنچتی ہے تو اسے یہ کہا جاتا ہے کہ کمر تک ننگی ہو کر کئی درجن نوجوانونکے سامنے کھڑی ہووے۔ تا وہ اسکو اچھی طرح سے دیکھین اور اسپر جس طرح چاہین ہاتھ ڈالین اور جبتک انکے دلی جذبات نہ نکل لین اسکو نہ چھوڑین۔ یہ مطلق پروا نہین کیجاتی کہ آیا اسکو سینہ کی کوئی شکایت بھی ہے یا واقعی اسکے سینے مین کوئی آفت بھی ہے وہ اپنی ایسی ہی دوسری بدبخت بہنونکے ساتھ طالبعلمونکی تعلیم کیلیے ایک عمدہ سامان سمجھ لیجاتی ہے اور پھر اگر ذرہ شکایت یا انکار اسکی طرف سے ہو تو فوراً اخراج کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔ چند مہینونکا ذکر ہے جب مین ایک بڑے ہسپتال مین ان امور پر غور کر رہا تھا تو ایک نوجوان اندر آیا اور ڈاکٹر سے جو اسوقت بیمارون کو دیکھ رہا تھا کہا کہ وہ بعض دلونکا معاینہ کرنا چاہتا ہے اسپر اس ڈاکٹر نے جسکے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر ہفتہ مین تین دفعہ غربا کیخدمت کیلیئے آتا ہے۔ جواب دیا کہ ہان مین ہر طرح سے تیار ہون مگر مین ڈرتا ہون کہ کوئی عمدہ بیمار نہین ہے مگر تم دیکھ سکتے ہو۔ اسپر ہر ایک لڑکی اور عورت کو جو اس بات کی منتظر تھی کہ اسکا امتحان ہو حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کے پیچھے چلی جائے۔ اور کمر تک سب کپڑے اتار کر ننگی ہو جاوے۔ ایک موقعہ پر مین نے چودہ نوجوان عورتونکو جنکی عمر بارہ سے پچیس سال کے اندر اندر تھی اسطرح نیم ننگے کھڑے دیکھا۔ ایک لڑکی نے جسکی عمر ۱۸ سال کی تھی مجھے یہ کہا کہ وہ تین سال سے زیادہ باقاعدہ مہینہ مین دو دفعہ ہسپتال مین آتی رہی ہے غور کرنیکا مقام ہے کہ برابر کئی سال سینکڑون نوجوان طالب علمونکے سامنے اسطرح اپنی عورت کو ننگا کرنیسے ہمین کسقدر حیا

باقی رہ گیا ہوگا صحت یا بہتری کی کچھ بھی امید اسقدر عرصہ مین نہین ہوئی اور اسکو محض اسلیے ننگا کیا جاتا تھا کہ وہ ایک دلچسپ مریض ہے۔ مریضہ نکے احاطوںمین یہ ایک معمولی بات ہے کہ سرجن یا ڈاکٹر جب آتا ہے تو لحاف یا اوڑھنی کو مریض کے اوپر اٹھا دیتا ہے اور نیچے ایک عورت سر سے پاؤن تک ننگی نظر آتی ہے مین نے بچشم خود یہ سینکڑون دفعہ ہوتے دیکھا ہے"

جو لوگ بلا سوچے سمجھے اسلامی اصولونکی بیخکنی کے درپے ہو جاتے ہین وہ غور کرین کہ یہ افسوسناک حالت ایک مہذب ملک کی کسقدر صراحت سے اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ پردہ کے نہ ہونیسے سخت اخلاقی نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان ممالک مین جہان عورتونکو آزاد خیال کیا جاتا ہے۔ محض اسوجہ سے کہ وہان پردہ کی پابندی نہین۔ وہان عورتین ہر وقت مردونکے حیوانی جذبات کا شکار ہوتی رہتی ہین اور اس اس قسم کی بے حیائی کی باتین عورتونسے کھلے طور سے کیجاتی ہین جن کا پردہ دار ممالک مین نام و نشان بھی نہین۔ اگر غور سے دیکھا جاوے کہ پردہ کی منسوخی پر اسقدر زور کیون دیا جاتا ہے تو اسکی وجہ سوائے اسکے کچھ معلوم نہین ہوتی۔ کہ عورتون اور مردون کے کھیل تماشون اور خوشی کے موقعونپر ملنے جلنے کو روکنے سے حیوانی خوشی کو روکا جاتا ہے۔ اس خوشی کا رونا تو بہت ہے مگر یہ نہین سوچا جاتا کہ اس خوشی کا حصول سوائے اسکے نہین ہو سکتا کہ اخلاقی حالتین تباہ ہو جائین۔ جیسا کہ انگلستان کے ہسپتالونکے اس نقشہ سے ظاہر ہے۔ پھر یہ بھی اکثر کہا جاتا ہے بلکہ مخالفین پردہ کا بڑا زور اسی بات پر ہے کہ تعلیم پردہ سے اچھا کام کر سکتی ہے مگر کیا وہ ہی تعلیم ہے جسکا نقشہ اس مضمون مین ایک صاحب تجربہ نے کھینچا ہے یا کوئی اور تعلیم ہے جسکا ابھی تک دنیا کو علم نہین۔ وہ نوجوان جو ایک دو سال کی اور تعلیم کے بعد ڈاکٹری جیسے نازک اور ذمہ داری کے عہدہ پر پہونچنے والے ہین انکی یہ حالت ہے کہ عورتونکو محض حیوانی جذبات کے تقاضا سے ننگا کرتے اور ناشایستہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہین کیا یہی لوگ وہ پاک نظر ہین جنکے لیے عورتونکو پردہ کرنے کی ضرورت نہین اور کیا آزاد خیال مسلمان انہین لوگونکے نقش قدم پر چلینگے افسوس کا مقام ہے کہ اندھا دھند ایک پاک اصول کی تردید اور ایک ناپاکی کی تقلید کیجاتی ہے۔ ہمارے خیالمین تو بہت ہی کم جاہل ایسے ہونگے جو ان مہذب تعلیم یافتہ نوجوانونکی ان ناشایستہ حرکات پر جنکا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے کانپ نہ اٹھینگے۔ مگر انکا بھی کیا قصور ہے نقص تو اس رواج کا ہے جو عورتون اور مردونکا اس طرح کھلا میل جول جایز رکھتا ہے بلکہ اسپر زور دیتا ہے۔ یہ میل جول قدرتی طور پر حیوانی جذبات کا..... محرک ہے +

الدّعوت

چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے اسلیے مین ظاہر کرتا ہون اور مین قسم حضرت احدیت جلشانہ کی کھاکر کہتا ہون کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے کیونکہ اس زمانہ مین اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی مین ایسے غرق ہوگئے ہین کہ خدا تعالے پر بھی ایمان نہین رہا۔ اور وہ جو اسکی طرفسے اصلاح خلق کیلیے بھیجا گیا ہے اُس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھا اور لعن طعن حد سے گذر گیا ہے پس خدا فرماتا ہے کہ مین ان سے جنگ کرونگا اور میرے وہ حملے ایسے ہونگے جو انکے خیال و گمان مین نہین کیونکہ انہون نے جھوٹ سے اسقدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤن کے نیچے پامال کرنا چاہا پس خدا فرماتا ہے کہ مین نے اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملونسے بچاؤن اور سچائی کی حمایت مین کئی نشان ظاہر کرون اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا مین ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملونسے اسکی سچائی ظاہر کردیگا پس تم سوچکر دیکھو کہ یہ دن کیسے ہین جو تم دیکھ رہے ہو سچ کہو کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادون نے سنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا اور جس طرح ابھی ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلونکو ہلا دیا اور عام نقصان پہنچایا اور لوگون کو دیوانہ سا کر دیا کبھی پہلے بھی تمنے یا تمہارے بزرگون نے اس ملک مین دیکھا تھا؟ اور یاد رکھو کہ یہ تمام آفات صرف تکلف اور بناوٹ سے پیشگوئیان قرار نہین دیئے گئے بلکہ سالہا سال انکے وجود سے پہلے براہین احمدیہ مین خبر دیگئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابونمین جو میری تالیف ہین یہ خبرین شایع ہو چکی ہین اور یہ تو پرانی باتین ہین ممکن ہے کہ اکثر لوگونکو بھول گئی ہونگی کیونکہ غفلت اور عداوت اور بدظنی یہ تینون جس جگہ اکٹھی ہو جایئن وہان حافظہ کب درست رہ سکتا ہے خدا کے وعدے بھی ایمانداری سے ہی یاد رہتے ہین ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو وہ ہزار نشانونکو بھی آنکھ سے دیکھ کر ایسا دل سے اتار دیتا ہے جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینکدیا جائے۔ غرض مین اسوقت پرانی پیشگوئیون پر اکتفا نہین کرتا بلکہ مین ان پیشگوئیونکو پیش کرتا ہون جن کے شایع کیے جانے پر قریبًا ایک مہینہ گذرا ہے دیکھو میرا اشتہار الوصیت جسکو مین نے ۲۷۔ فروری ۱۹۰۵ء کو شایع کیا تھا یہی اشتہار الحکم نمبر ۷ جلد ۹ کے صفحہ ۱۱ پر ۲۸۔ فروری ۱۹۰۵ء کو شایع ہوا اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ کالم ۲ مین وہی الہام شایع ہوا ہے ان پیشگوئیون مین سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہین کہ ۲٦۔ فروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جسکی صبح کو ۲۷۔ فروری ۱۹۰۵ء تھی مین نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتونسے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ تمام ملک عذاب الہی سے سخت جانیکو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت بمقامونپر اور

عارضی سکونت گاہون پر آفت آئیگی اور پھر مارچ کے مہینہ مین خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر یہ ظاہر کیا کہ مکذبون کو ایک نشان دکھایا جائیگا اور یہ پیشگوئی بھی اسی الحکم ۲۴- مارچ مین شایع ہو چکی ہے - اب اے عزیزو! سوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو ۴- اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو اس ملک مین ظاہر ہوا وہی نشان نہین ہے جسکی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے دیکھو کتابون مین لکھا گیا تھا کہ مہدی موعود کے زمانہ مین رمضان مین کسوف خسوف ہوگا اور مسیح موعود کی نسبت خود عیسائی صاحبون کی انجیل مین ہے کہ مسیح کے وقت مین مری پڑیگی یعنی طاعون - اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کریگا اور سخت زلزلے آئینگے پس تمنے ان تمام علامتون کو اپنی آنکھون سے دیکھ لیا پھر جبکہ تمام نشان ظاہر ہو چکے ہین اور ان دونون منصبون کا مدعی مین ہون جو تم مین اسوقت پچیس سال سے موجود ہون پس میرے بعد کس کا انتظار کروگے؟ ان تمام علامتون کا مصداق تو وہ ہے جو ان نشانون کے ظہور کیوقت موجود ہے نہ وہ کہ جسکا ابھی دنیا مین نام و نشان نہین یہ عجب سخت دلی ہے جو سمجھ مین نہین آتی جبکہ میرے دعوے کے ساتھ سب نشان ظاہر ہو چکے اور میری مخالفت مین کوششین بھی ہو کر انہین نامرادی اور ناکامی رہی مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے؟

ہان یہ سچ ہے کہ مین نہ جسمانی طور پر آسمان سے اترا ہون اور نہ مین دنیا مین جنگ اور خونریزی کرنیکے لیے آیا ہون بلکہ صلح کیلیے آیا ہون مگر مین خدا کی طرف سے ہون مین یہ پیشگوئی کرتا ہون کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہین آئیگا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا مین ہنگامہ برپا کرے اور خدا کیطرف سے ہو اور نہ کوئی ایسا مسیح آئیگا جو کسی وقت آسمان سے اتریگا ان دونون سے ہاتھ دھولو یہ سب حسرتین ہین جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر مین لیجائینگے نہ کوئی مسیح اتریگا اور نہ کوئی خونی مہدی ظاہر ہوگا جو شخص آنا تھا وہ آچکا وہ مین ہی ہون جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا جو شخص مجھے قبول نہین کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے کیون ایسا کیا حالانکہ ایسی غلطیان یہود سے بھی ہوتی رہی ہین اور انکے علماء بھی پیشگوئیون کے سمجھنے مین ٹھوکر کھاتے رہے ہین کہ سمجھا کچھ اور آخر ظاہر ہو گیا کچھ عزیزو!! شرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آگئے اور آسمان تمہین وہ کرشمے دکھا رہا ہے جنکی تمہارے آبا و اجداد کو خبر نہ تھی مبارک وہ جو میرے بارے مین ٹھوکر نہ کھاوین -

والسلام علے من اتبع الہدےٰ - المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد ۵- اپریل ۱۹۰۵ء -

الانذار

غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے

آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل مین لکھی جاتی ہے - تازہ نشان تازہ

نشان کا دھکہ - زَلْزَلَةُ السَّاعَةِ - قُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْاَبْرَارِ - دَنٰی مِنْكَ الْفَضْلُ - جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ - ترجمہ مع شرح یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائیگا مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا مجھے علم نہین دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئیگی جس کو قیامت کہہ سکینگے اور مجھے علم نہین دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئیگا اور مجھے علم نہین کہ وہ چند دن یا چند ہفتون تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالی اس کو چند مہینون یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائیگا بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو قریب ہو یا بعید ہو پہلے سے بہت خطرناک ہے سخت خطرناک ہے اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو مین بیان نہ کرتا وہ پہلی پیشگوئی جو مین نے الحکم اور البدر مین حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک مین شایع کر کے خبر دی تھی کہ ملک مین بڑی تباہی پیدا ہوگی اور شور قیامت برپا ہوگا اور یکدفعہ **موتا موتی** ظہور مین آجائیگی دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا اور جیسا کہ مین نے ابھی لکھا ہے یہ پیشگوئی مذکورہ اخبار الحکم اور البدر مین اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شایع کر دیگئی تھی اور پیشگوئی مذکور یہ ہے عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا یعنی بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئیگی جس سے مکانات بے نشان ہو جائینگے اُن مکانون اور گھرون کا پتہ نہ ملیگا کہ کہان تھے - دیکھو کیسی صفائی سے یہ باتین پوری ہوگئین اگر تم عربی دان نہین ہو تو عربی دانون سے پوچھ لو کہ اس وحی الہی کے کیا معنے ہین کہ عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَ مُقَامُهَا - اے عزیزو! اسکے یہی معنے ہین کہ محلون اور مقامون کا نام و نشان نہین رہیگا - طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الہی مین خبر دیگئی تھی اسکے تو یہ معنے ہین کہ نہ خانہ رہیگا نہ صاحب خانہ - سو خدا تعالی کا فرمودہ جسطور سے اور جس صفائی سے پورا ہوگیا آپ صاحبونکو معلوم ہے اسکی نسبت اشتہار الوصیت مین بھی خبر دیگئی تھی وہ تو جو ہوا سو ہوا - مگر اسکے بعد جو آنیوالا حادثہ ہے وہ بہت بڑھکر ہے - خدا تعالی لوگون پر رحم کرے اُنکو تقوے اور نیک اعمال کا خیال آجاوے ؎ **بقیہ ترجمہ** عربی وحی کا یہ ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ نیکی کر کے اپنے تئین بچالو قبل اسکے جو وہ ہولناک دن آوے جو ایکدم مین تباہ کر دیگا اور فرماتا ہے کہ خدا انکے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہین اور بدی سے بچتے ہین اور پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آگیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے حق آگیا اور باطل بھاگ گیا

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آوین اور اس خدا کے فرستادہ کو جو انکے درمیان ہے شناخت کر لین پس اے عزیزو! جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانیکا دن نزدیک ہے ہر ایک جو شرک کو نہین چھوڑتا وہ پکڑا جائیگا - ہر ایک جو فسق و فجور مین مبتلا ہے وہ پکڑا جاویگا ہر ایک جو دنیا پرستی مین حد سے گذر گیا ہے اور دنیا کے غمون مین مبتلا ہے وہ پکڑا جائیگا - ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائیگا ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیون اور رسولون اور مرسلونکو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہین آتا وہ پکڑا جائیگا - دیکھو آج مینے بتلا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارت پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیونسے ناپاک کریگا

نوٹ - یہ خبر زلزلہ کی براہین احمدیہ میں بھی ہے جو پہلے دی گئی تھی جسکو شایع ہوئے قریباً پچیس برس گذر گئے مثلاً اسی وحی الہی میں خبر ہے - واصنع الفلک باعیننا و وحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا .... انہم مغرقون - اور ایک وحی الہی جو اخبار دہنین اس ہولناک زلزلہ کی نسبت شایع ہو چکی ہے یہ ہے جو نکا دینے والی خبر ہے

وہ بچ جائیگا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جسکی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جسنے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اسکی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں ہیں کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جاویں کاش میں انکی نظر میں کاذب ٹھہرتا تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں اگر اپنے اندر تبدیلی کروگے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لوگے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے اور تم سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہوگا۔ تب بھی رحم کیا جائیگا ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دیگا نادان بدقسمت کہیگا کہ یہ باتیں جھوٹے ہیں ہائے وہ کیوں اسقدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے جب خدا تعالیٰ اس وحی کے الفاظ میرے پر نازل کر چکا تو ایک روح کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک روح تھی اور میں نے اسکو یہ کہتے سنا کہ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا انسان کا کیا حرج ہے اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑ دے کونسا اسمیں اسکا نقصان ہے اگر وہ مخلوق پرستی نکرے آگ لگ چکی ہے اٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔ بنی اسرائیل میں جو شخص گناہ کرتا تھا اسکو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کر دے بس گویا حکم تمہارے لیے نہیں ہے مگر یہ تو ضرور چاہیئے کہ اسقدر توبہ استغفار کرو کہ گویا مر ہی جاؤ تا وہ حلیم خدا تم پر رحم کرے۔ آمین۔

والسلام علےٰ من اتبع الھدےٰ۔ راقم خاکسار **مرزا غلام احمد قادیانی** ۸۔ اپریل ۱۹۰۵ء

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۔ مارچ ۱۹۰۵ء۔ کوئی شخص ہے اس سے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کرو مگر وہ نہیں کرتا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اسنے ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دئیے ہیں اسکے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کیطرح ہے مگر انسان نہیں بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اسنے دونوں ہاتھ روپیوں سے بھر کر میری جھولی میں ڈال دئیے ہیں تو وہ اسقدر ہو گئے ہیں کہ میں انکو گن نہیں سکتا پھر میں نے اسکا نام پوچھا تو اسنے کہا میرا کوئی نام نہیں دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی۔ مینے بہت سا مال دیکھکر دل میں کہا کہ فلاں جلسہ کو کچھ دیدونگا۔ اور ایک جلسہ دکھایا گیا جسکا

۶۔ مارچ ۱۹۰۵ء۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی تو دیکھتا ہوں کہ یہ مکان جواب بن رہا ہے (جسکا اشتہار کشتی نوح میں دیا تھا) سامنے آگیا ہے اسپر ایک معمار بیٹھا ہے اسنے کہا مبارک۔ میں نے کہا خیر مبارک +

۱۹۔ مارچ بوقت شب (۱) سُنتا ہے اور دیکھتا ہے (۲) **لا تیئسوا من روح اللّٰہ** (۳) ایک عربی الہام تھا جسکا مفہوم یہ تھا کہ خدا مکذبوں کو ایک نشان دکھائیگا + ۲۰ مارچ بعد دوپہر* **شکار مرگ**۔

۲۶۔ مارچ ۱۹۰۵ء۔ **چودھری رستم علی** + ۲۹۔ مارچ۔ **سلامًا سلامًا**۔

*اس سے ایک روز پہلے سے حضرت اقدس مرض حرقت بول سے سخت بیمار تھے اسی تکلیف کیحالت میں یہ الہامات ہوئے ہیں ۲۰۔ مارچ کو میںنے منشی محمد افضل صاحب مرحوم کی بیماری کا حال حضرت اقدس کیخدمت میں لکھا تھا اسکے تھوڑی دیر بعد حضرت اقدس کا ایک رقعہ میرے پاس پہونچا جسکے آخری الفاظ یہ تھے ”خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے مگر جسوقت یہ الہام ہوا کہ شکار مرگ تو پہلے

یکم اپریل عفونا نار جہنم

۳- اپریل۔ **موت دروازے پر کھڑی ہے۔**

" رؤیا[1] دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور اس کا سب لباس سرتا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھا نہیں جاتا۔ اسیوقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جو سلطان احمد کا لباس پہنکر کھڑا ہے۔ اسوقت مین نے گھر مین مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہوگئے اور تین کرسیان معلوم ہوئین اور تینون پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی انکے اس طرز کے لکھنے مین ایک رعب تھا مین پاس کھڑا ہون۔ کہ بیداری ہوگئی +

۵- اپریل[2] کففت عن بنی اسرائیل

۶- اپریل[3]۔ کوئی روح کہتی ہے کہ "**ہمنے وہ جہان چھوڑ دیا ہے**"

۸- اپریل[4]۔ تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکا۔ زلزلۃ الساعۃ قوا انفسکم ان اللّٰہ مع الابرار دنی منک الفضل۔ جاء الحق وزھق الباطل۔

" ایک روح کی یہ آواز میرے کان مین پڑی کہ "**مین سوتے سوتے جہنم مین پڑ گیا**"

۹- اپریل بوقت نصف شب۔ **بخورانچہ ترا بخورانم** لک درجۃ فی السماء و فی الذین ھم یبصرون۔ نزلت لک۔ لک نری ایت ونھدم مایعمرون۔ قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مومنون۔ کففت عن بنی اسرائیل

۱۰- اپریل[5]۔ ان فرعون وھامان وجنودھما کانوا خاطئین۔

۱۴- اپریل۔ رویا۔ قادیان کے بازار مین ایک گاڑی مین چلے جاتے ہین کہ معلوم ہوا کہ زلزلہ آیا ہے مگر ہمنے اسکا کوئی نقصان محسوس نہین کیا۔ ۱۵- اپریل۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔

---

[1] اس رویا کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ سلطان احمد سے مراد ایسے دلایل اور براہین ہین جو دلونپر تسلط کرتے اور دلونکو پکڑ لیتے ہین۔ اور نظام الدین سے مراد ایسا نشان ہے جس سے دین اسلام کی صلاحیت ہوگی اور اسکا نظام درست ہو جائیگا۔ سیاہ کپڑونسے مراد درد انگیز والا نشان ہے یہ جو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ یہ ہماری دعاؤنکا نتیجہ ہے کیونکہ بچہ کو بھی نتیجہ کہتے ہین ۱۴ اپریل کے زلزلکی خبر

[2] بنی اسرائیل سے مراد وہ قوم ہے جسپر اس قسم کے واقعات تکلیف وارد ہوئے ہون جیسے کہ بنی اسرائیل پر۔ ہماری جماعت بنی اسرائیل سے مشابہ ہے مراد یہ ہے کہ ایسے نشان ظاہر ہونگے کہ وہ لوگ جو ہماری جماعت پر بیجا حملے کرتے ہین رک جائینگے اور ایسے نشان ظاہر ہونگے کہ انکی باتون کا لوگونکے دلونپر کچھ اثر نہین ہوگا۔

[3] فرمایا یہ میرے ساتھ عادت اللہ ہے کہ کشف مین اس دنیا کو وہ جہان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

[4] اسکے متعلق مفصل دیکھو اشتہار الانذار جو دوسری جگہ درج ہو چکا ہے۔

[5] فرمایا یہ الہام ۹- اپریل والے الہام کا متمم ہے اسکے معنے یہ سمجھائے گئے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہم پر تباہی آئیگی۔ مگر غلطی پر لوگ خود ہین نہ ہم +

ضروری اطلاع

رسالہ نور الدین جس مین فاضل مصنف نے بعد نظر ثانی کسیقدر اضافہ کیا ہے خوشخط و عمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہے قیمت علاوہ محصول ڈاک ہر ۶ خواستگار اس پتہ پر ہون +

سیٹھ عبد الاحد ہدایت اللہ جنرل مرچنٹ و کمیشن ایجنٹ کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر +